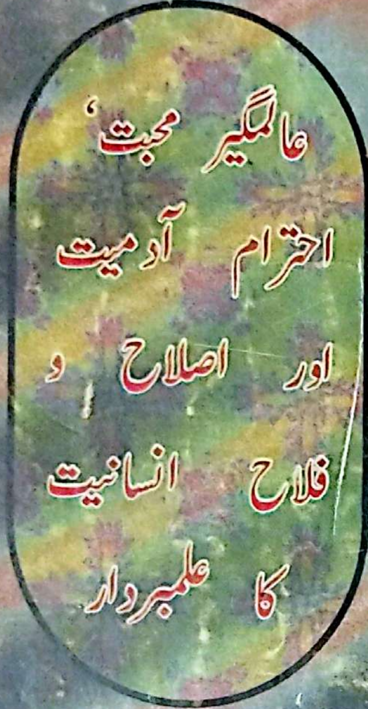
جلد 1 شمارہ 5 جولائی 1999ء ربیع الاول 1420ھ







آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ
گوجرانوالہ
فلاح آدمیت
عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

نگران و سرپرست
قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی صاحب
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ

جلد 1 شمارہ 5 جولائی 1999ء ربیع الاول 1420ھ

ایڈیٹر عبدالقیوم ہاشمی

شعبہ سرکولیشن وحید احمد

مجلس ادارت

محمد مرتضیٰ توحیدی ، ایم محمد اکرم
پروفیسر منیر احمد لودھی، ایم محمد طالب
ڈاکٹر عبدالرشید وقار، محمد صدیق
سید عاشق حسنین مرتضیٰ شاہ بخاری
مولانا حافظ بشیر احمد

قیمت ———— -/15 روپے
سالانہ فنڈ ———— -/150 روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-268424:

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-260734:

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

برادران کرام! سلسلہ توحیدیہ کے قیام کا مقصد مسلمانوں میں باہمی محبت اور اخوت کا جذبہ پیدا کرنا ہے۔ وہ لوگ جو روحانیت کے متلاشی ہیں ان کے لئے سلسلہ توحیدیہ ایک عظیم نعمت سے کم نہیں۔ آج تصوف اور روحانیت کے متعلق عجیب و غریب عقائد و نظریات پائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک گروہ اسے اسلام کا حصہ ہی نہیں سمجھتا اور جو لوگ اسے اسلام کا اہم اور مرکزی جز تصور کرتے ہیں وہ بھی حقیقی اسلامی روحانیت سے ناآشنا ہیں۔ ایک حقیقت شناس آدمی ایسی صورت میں بہت مایوس ہوتا ہے۔ بانی سلسلہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری" نے انہی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے حقیقی اسلامی تصوف کو اپنی تقاریر و تحاریر میں بیان فرمایا ہے۔ اس ضمن میں آپ نے "تعمیر ملت" "چراغ راہ" اور "حقیقت وحدۃ الوجود" نامی گراں قدر کتابیں تحریر فرمائیں۔ آپکی ان تعمیری و تحقیقی تصانیف سے اسلامی روحانیت (یعنی فقر محمدی ") کی درست انداز میں تشریح و تبلیغ ممکن ہوئی۔ ہم الحمدللہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جو لوگ اسلام کے ثمرات حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی اپنی نماز کو حضوری والی نماز میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور درجہ احسان کے متمنی ہیں ان کے لئے خواجہ عبدالحکیم انصاری" کی تصانیف بھرپور رہنمائی کر سکتی ہیں۔ نیک نیتی کے پیش نظر ان کتب کو اصل لاگت پر ہی فروخت کیا جاتا ہے۔ "تعمیر ملت" میں قبلہ انصاری صاحب" نے مسلم قوم کے مردہ ہونے کی تفصیلاً وجوہات بیان فرمائی ہیں اور اسے دوبارہ زندہ اور بیدار کرنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ "چراغ راہ" "آپ" کے ان خطبات کا مجموعہ ہے جو آپ ہر سال سالانہ کانفرنس پر مریدین کی اصلاح کی خاطر بیان فرماتے تھے' یہ خطبات کیا ہیں در حقیقت اسلامی روحانیت کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ "حقیقت وحدۃ الوجود" میں آپ نے تفصیلاً ہمہ اوست یا وحدۃ الوجود کی حقیقت کو اپنے ذاتی مشاہدہ سے بیان فرمایا ہے۔ جو لوگ وجودی سوچ کے مالک ہیں ان کی اصلاح کے لئے یہ کتاب انتہائی مفید ہے۔ جو بھائی ان تصانیف کا مطالعہ کرنا چاہتے ہوں وہ براہ راست ہم سے یہ کتب منگوا سکتے ہیں فی الحال "تعمیر ملت" مدینہ کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ اور ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور ناشی بک شاپس پر دستیاب ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ یہ تصانیف پاکستان کے تمام بڑے شہروں کے بک سٹال پر مہیا کر دی جائیں۔ جو لوگ براہ راست ہم سے کتب طلب کریں گے اس کا ڈاک خرچ ادارے کے ذمہ ہو گا۔
اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اسلام کا صحیح فکر و فہم عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

والسلام عبدالقیوم ہاشمی

درس قرآن

ڈاکٹر عبدالرشید وقار

کیف تکفرون باللہ ترجمہ! "تم اللہ کی ہستی کا کیسے انکار کرسکتے ہو" البقرۃ

تشریح! مغربی تہذیب نے ہمارے مذہبی عقائد کی فصیل میں بھی نقب لگائی ہے۔ جدید تعلیم اور سوشلزم کے دائرہ اثر میں آکر آج کا نوجوان نہ صرف مذہب سے متنفر ہو گیا ہے بلکہ اس نے سرے سے اپنے پیدا کرنے والے خدا کا انکار کر دیا ہے۔ کہتے ہیں جو چیز نظر نہ آئے اس کو تسلیم نہ کریں گے۔ لیکن عدل و انصاف اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ اگر کسی چیز کو تسلیم کرنے کے لئے مشاہدہ شرط ہے تو انکار کے لئے کیوں نہیں۔ یہ تو سراسر نہ انصافی ہے کہ جو خدا کو تسلیم کریں ان کے لئے مشاہدہ کی شرط عائد کی جائے اور جو انکار کریں ان کو غیر مشروط طور پر چھوڑ دیا جائے۔ آپ کے سامنے ایک بند کمرہ ہے۔ سوال کیا جاتا ہے کہ بند کمرہ میں کون ہے؟ جواب ملتا ہے کوئی نہیں۔ چونکہ کمرہ بند پڑا ہے ظاہر ہے اندر کوئی نہ ہو گا۔ لیکن ہمارا اصرار یہ ہے کہ ممکن ہے اندر کوئی ہو جب تک دیکھ کر نہ بتاؤ کہ اندر کوئی نہیں ہے ہم نہیں مانتے۔ جواب ملتا ہے کہ مشاہدہ اس بات کی نفی کرتا ہے کہ اندر کوئی نہیں۔ تو کیا مشاہدہ کو مشعل راہ بنائیں۔ نہیں جناب! مشاہدہ کی بات بھی بڑی عجیب ہے ہوتا کچھ ہے نظر کچھ اور آتا ہے آپ پانی سے بھرے ہوئے برتن میں اپنا ہاتھ ڈبوئیں آپ کو اپنی انگلیاں تر شدہ اور چھوئی چھوئی نظر آئیں گی۔ آپ چلتی ہوئی گاڑی میں سے باہر جھانکیے نظر آنے والی ہر چیز گھومتی ہوئی نظر آئیگی۔ باہر تو کوئی چیز نہیں گھوم رہی بلکہ ہماری گاڑی دوڑ رہی ہے۔ چاند کے مکھڑے سے بدلیوں کو چھٹتے ہوئے دیکھئے چاند ہوا سے باتیں کرتا ہوا نظر آئے گا۔ ریگستان میں چاندنی رات میں سفر کریں چمکتی ہوئی ریت کو دیکھ کر پانی کا گمان ہوتا ہے۔ قریب جا کر دیکھا تو پتہ چلا یہاں تو صدیوں سے پانی کی ایک بوند بھی موجود نہیں۔ کہاں گیا آپ کا مشاہدہ۔ یہی آنکھ ہے جس کے مشاہدہ پر آپ کو بڑا ناز ہے۔ کتنی فریب کار ہے۔ چاند کو لوگ ایک چمکتا ہوا سیارہ سمجھتے رہے۔ چاند پر قدم رکھا تو پتہ چلا کہ یہ تو ایک ویرانہ ہے۔ حقیقت کچھ اور ہے دکھائی کچھ اور دیتا ہے۔ پھر کیا کریں عقل کو رہنما بنائیں۔ عقل بھی دھوکا دیتی ہے۔ ایک آدمی کی عقل کا سہارا لیا

عقل تو خود راہ کی متلاشی ہے۔ جائے یا سب کی عقلوں کا۔ سب کی عقل بھی جواب دے جاتی ہے۔ ہماری کیا راہنمائی کرے گی۔ عقل تو یہ فیصلہ نہیں کر سکی کہ جو آدمی جہاد میں آج سے 35 سال پہلے پاک بھارت جنگ میں قتل ہوا تھا اس کا بدن آج تک کیسے سلامت ہے۔ اس کے زخموں سے خون کیوں رس رہا ہے حالانکہ اس کو ظاہرہ طور پر کوئی خوراک بھی نہیں دی جا رہی۔ عقل یہ بھی فیصلہ نہیں کر سکتی کہ بوڑھ کے چھوٹے سے بیج کے اندر اتنا بڑا درخت کہاں چھپا ہوا ہے۔ یا ایک دانہ زمین میں دبانے سے اس کے سٹے پر ستر 70 دانے کیوں لگ رہے ہیں۔ لہٰذا عقل بھی ناکام ہو گئی۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

عقل بے مایہ امامت کی سزاوار نہیں
رہنما ہو ظن و تخمین تو زبوں کار حیات

اور عقل کے بعد علم کی بات کی تو کہا

علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ

اس سے آگے منطق اور فلسفہ ہے جس کے بارے میں مولانا جلال الدین رومیؒ کہتے ہیں پائے استدلالیاں چوبیں بود۔ پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

"دلیل سے بحث کرنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہوتے ہیں۔ لکڑی کا پاؤں سخت اور بے لچک ہوتا ہے۔ جو مڑنے کی بجائے ٹوٹ جایا کرتا ہے"

تو پھر کس کو رہنما بنایا جائے "وحی الٰہی" کو جو چشمہ حیواں ہے زندگی کے لئے آب حیات ہے۔ جو کچھ سنائی جائے اقرار کرتے جاؤ اسی میں ہمارا بھلا ہے مگر اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگوں کا فرمان ہے کہ یہ تو BLIND FAITH ہے۔ آج کل اعلیٰ تعلیم یافتہ وہ ہے جو کھڑا ہو کر پیشاب کرے۔ جو بیٹھ کر کرے وہ غیر مہذب ہے اور قدامت پرست ہے۔ اعلیٰ تعلیم کے ساتھ یہ فن بھی اس نے آکسفورڈ اور کیلی فورنیا یونیورسٹی سے سیکھا ہے۔ جمعہ کے دن اگر اتفاق سے مسجد میں چلا جائے تو گھر آ کر سخت برہم ہوتا ہے کہ ہمارا ملاں کتنا غیر مہذب ہے 'کتنا جاہل ہے' لوگوں سے کہتا ہے ہاتھ دھو کر اور بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔ یورپ میں تو لوگ بول و براز کے بعد استنجا نہیں کرتے اور یہاں پر یہ صاحب ہاتھ دھلوانے

پر اصرار کر رہے ہیں کیسا غیر ترقی یافتہ معاشرہ ہے۔ اس پر انشاء اللہ آئندہ اسباق میں اپنی معروضات پیش کروں گا بات صرف اتنی ہے کہ

مشرق کے مکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
وہاں کنٹر بلوریں ہیں ادھر پرانا مٹکا ہے

اعلیٰ تعلیم یافتہ بیوی خاوند پر برستی ہے کہ 21 ویں صدی آ رہی ہے آپ ابھی تک پردہ کی بات کر رہے ہیں۔ غلاظت اور گندگی کا ڈھیر اعلیٰ تعلیم کی آڑ لیکر ہم جنس پرست مرد اور عورتیں دھڑا دھڑ رسالے شائع کر رہے ہیں۔ کہ میاں بیوی کے فرسودہ نظام کو ختم کرو۔ آؤ ملکر 21 ویں صدی میں داخل ہو جائیں۔ کہتے ہیں کہ آپ کو اگلی صدی میں وہ تمام حقوق دلائیں گے جو جانوروں کو حاصل ہیں۔ بیچارے 21 ویں صدی کے غم میں دبلے ہوتے جا رہے ہیں نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ ان کو یہ بھی فکر لگی ہوئی ہے کہ انسان ابھی تک لاکھوں سال سے منہ سے روٹی کیوں کھا رہا ہے اس کا بھی کوئی متبادل تلاس کرنا چاہیئے۔

سب سے بڑا عالمی غنڈہ! حکومتی ایوانوں میں بیٹھ کر اخلاق باختگی میں شب و روز بسر کرنے والا دعویدار ہے کہ ہم ورلڈ آرڈر کے ناتے ساری دنیا کو 21 ویں صدی میں لے کر چلیں گے۔ لہٰذا دینی مدرسے ختم کرو۔ مسجدیں مسمار کرو' اسلامی تہذیب ختم کرو۔ تاکہ اگلی صدی میں داخل ہوتے وقت ہمارے جسم پر ماضی کا کوئی دھبہ باقی نہ رہے۔ ہماری پاکستانی ایک زنانہ قیادت جو اسلامی سزاؤں کو وحشیانہ سزائیں کہتی اور سرعام اسلامی شعار کی توہین کرتی ہے وہ بھی دعویدار ہے کہ میں آپ کو 21 ویں صدی میں لیکر چلوں گی۔ اپنا حال یہ ہے کہ بغیر محافظوں کے ایک قدم بھی چلنا مشکل ہے۔ صدیوں کے نام پر سیاست اب شروع ہوتی ہے۔ ماضی میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی۔ لوگوں کو خواہ مخواہ احساس کمتری میں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ الحمدللہ مسلمان کے لئے ہر دن جو اللہ کی اطاعت میں بسر ہو۔ راحت کا دن ہوتا ہے۔ ترقی کا دن ہوتا ہے۔ فکر تو ان لوگوں کو ہونی چاہیئے جو ہر روز ایک نیا ناچ ناچتے ہیں اگر اتفاق سے کسی انگریز کی پتلون پھٹ جائے تو ان کو بھی وہاں سے پھاڑنی پڑتی ہے اور اسی سے ملتا جلتا پیوند لگانا پڑتا ہے۔ وہ لوگ تو کپڑوں کی طرح صبح و شام میاں بیوی کا رشتہ بدلنے کی فکر میں پڑے ہوتے ہیں۔ نظریات کا ٹکراؤ بڑی سرعت اختیار کر گیا ہے۔ جو نظریہ آج مقبول

ہے وہ کل مردود ہے' ہم آنکھیں بند کر کے ان کے پیچھے چلتے جا رہے ہیں اور شکوہ یہ ہے کہ اسلام قابل عمل نہیں۔ گلاس کو الٹا پکڑ کر رکھا ہے اور کہتے ہیں اس سے پانی نہیں پیا جا سکتا' عورت کو ایک اشتہار کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ ماچس کی ڈبیہ فروخت کرنے سے لیکر کار تک کا اشتہار عورت کے ہاتھ میں تھما دیا گیا ہے۔ حالانکہ اسلام کی نظر میں عورت کتنی محترم ہے۔ ماں' بہن' بیوی اور بیٹی کا ہر روپ اپنی جگہ کتنا اہم اور قابل احترام ہے۔ عورت اگر نبی نہیں ہو سکتی تو یہ بات تو مسلمہ ہے کہ ہر نبی نے کسی نہ کسی عورت کے سینہ سے لگ کر ہی پرورش پائی ہے۔ علامہ فرماتے ہیں۔

بتول باش و پنہاں شو ازیں عصر
کہ در آغوش شبیرے بگیری

"فاطمۃ الزہرہ کا کردار اپنا تا کہ تیری آغوش میں کوئی حسین جنم لے جو وقت پڑنے پر قوم کی مردہ رگوں میں اپنا پاکیزہ خون انڈیل کر اسے حیات جاوداں سے ہمکنار کر دے"

ہاں تو جناب بات ہو رہی ہے BLIND FAITH کی۔ لیکن ذرا غور کریں تو BLIND FAITH کے بغیر نہ تو ہماری زندگی آگے بڑھتی ہے نہ علم ترقی کرتا ہے۔

ہم نے دنیا کے بہت سے ممالک امریکہ' چین' فلپائن' جاوا' سماٹرا' بورنیو' جزائر انڈیماں تبت' روس وغیرہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا مگر ہم ان پر ایسا یقین رکھتے ہیں کہ دیکھ رکھا ہے۔ اہرام مصر کو تبت کے لوگوں نے نہیں دیکھا۔ انا ربکم الاعلی کہنے والے فرعون کا حنوط شدہ لاشہ نہیں دیکھا۔ بازار مصر جس میں حسن یوسف کا سودا ہوا نہیں دیکھا۔ مگر تاریخ کی گواہی کے حوالہ سے ایسا مانتے ہیں کہ جیسا آنکھوں سے دیکھا ہو۔

دنیا کے مختلف معرکوں کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ کتنے ہیں جنہوں نے محمود غزنوی کو ہندوستان پر سترہ حملے کرتے ہوئے دیکھا۔ ظہیر الدین بابر اور رانا سانگا کی پانی پت کی لڑائی دیکھی۔ صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ کی پنجہ آزمائی دیکھی۔ محمد بن قاسم اور راجہ داہر کو دیکھا سلطان فتح علی ٹیپو شہید اور حیدر علی کی انگریزوں سے معرکہ آرائیاں دیکھیں۔ ہٹلر اور انگریزوں کی تباہ کاریاں دیکھیں۔ ہلاکو اور چنگیز کے مظالم دیکھے۔ لیکن بغیر دیکھے سب کو یقین آگیا کہ ہاں ایسا ہی ہوا ہے جیسا مورخ نے لکھا ہے۔

بے شمار شخصیات ایسی ہیں جن کو نہیں دیکھا۔ نواب سراج الدولہ' نواب بہادر جنگ' لارڈ کرزن' چندر گپت موریا' چرچل وغیرہ سب لوگ تاریخ کا حصہ ہیں اور تاریخ پڑھنے والے پڑھتے اور انکی سوانح عمریوں سے نتائج اخذ کرتے ہیں۔

بلکہ ان کو اپنی جانی پہچانی شخصیتیں کہتے ہیں۔ دور کیوں جائیں اپنے گھر میں غور کریں کون سا انسان ایسا ہے جو مشاہدہ کی بناء پر کہہ سکتا ہے کہ فلاں آدمی میرا باپ ہے ایک ماں کی ہستی ہے جس کے کہنے پر اقرار کرنا پڑتا ہے۔ ایسے تسلیم کرتے ہیں جیسے آنکھوں نے دیکھا ہو اور دل گواہی دیتا ہے اسکی شفقت کی وجہ سے کہ یہی انسان ہے جس سے بڑھ کر دنیا میں میرا کوئی ہمدرد ہو ہی نہیں سکتا۔

جب سوال کیا جاتا ہے کہ آپ نے ان تمام باتوں کو کیسے مان لیا۔ تو کہتے ہیں دیکھنے والوں نے گواہی دی ہے۔ لہٰذا ہمیں اقرار کرنا ہی پڑتا ہے بہت خوب جواب بڑا ہی معقول اور حقیقت پر مبنی ہے۔ مگر جب ہم سے جنت' دوزخ' عالم آخرت اور رب العالمین کے متعلق سوال کیا جاتا ہے تو ہمارے پاس بھی یہی جواب ہے کہ ان تمام باتوں کی گواہی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اور رسل دے رہے ہیں۔ ان مسلسل خبروں کو بنیاد بنا کر ہم نے مانا ہے اور دل نے گواہی دی ہے اور ہمیں خبر دینے والے سب کے سب صادق اور امین تھے۔ انہوں نے اپنی نجی زندگی میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ جو لوگ دنیاوی واقعات و حالات کی خبر دے رہے ہیں وہ سب سچے نہیں تھے' بلکہ ملے جلے تھے' جب ہم آپ کی بات کو تسلیم کرتے ہیں تو آپ کیوں نہیں کرتے' جب ہم کہتے ہیں مانو تو مشاہدہ کی شرط کیوں عائد کرتے ہو۔ سائنس کے بہت سے مظاہر ایسے ہیں جن کو ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ لیکن بہت سارے لوگ ان باتوں کو سمجھ گئے ہیں لہٰذا ماننا پڑتا ہے کہ ایسا ہی ہے۔ ایٹم آنکھ سے نظر تو نہیں آتا لیکن اس کی موجودگی کی گواہی ہیروشیما اور ناگاساکی دے رہے ہیں اگر ہم مشاہدہ کی بناء پر ہر چیز کو ماننا شروع کر دیں تو وہ سب امور ٹھکرائے جانے کے لائق ہیں جن کو نہ ہماری آنکھ نے دیکھا نہ عقل نے پرکھا۔

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کر دے
تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

درس حدیث

رانا محمد اعجاز

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم انی لا ستغفر اللہ واتوب الیہ فی الیوم اکثر من سبعین مرۃ۔

ترجمہ! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم میں دن میں ستر دفعہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ اور استغفار کرتا ہوں۔

وضاحت! اس حدیث مبارکہ میں توبہ استغفار کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی دن میں کئی بار اللہ تعالیٰ کے حضور میں توبہ استغفار کرتے تھے۔ استغفار دعا ہی کی ایک خاص قسم ہے جس سے مراد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں اور قصوروں کی معافی اور بخشش مانگنا اور توبہ گویا اس کے لوازم میں سے ہے بلکہ یہ دونوں ہی لازم و ملزوم ہیں۔ توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ جو گناہ اور نافرمانی یا کوئی ناپسندیدہ عمل بندے سے سرزد ہو جائے تو اس کے برے انجام کے خوف کے ساتھ اس پر دلی رنج و ندامت ہو اور آئندہ کے لئے اس سے بچ رہنے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری اور اس کی رضاجوئی کا وہ عزم اور فیصلہ کرے۔

دراصل یہ خیال بہت ہی عامیانہ اور غلط ہے کہ استغفار و توبہ صرف گنہگاروں ہی کا کام اور انہی کو ہی اس کی ضرورت ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے خاص مقرب بندے یہاں تک کہ انبیاء علیہم السلام جو گناہوں سے محفوظ و معصوم ہوتے ہیں ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ سب کچھ کرنے کے بعد بھی وہ محسوس کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی بندگی کا حق ادا نہ ہو سکا اس لئے وہ برابر توبہ واستغفار کرتے ہیں اور اپنے ہر عمل کو حتیٰ کہ اپنی نمازوں کو قابل استغفار سمجھتے ہیں۔ بہرحال توبہ استغفار گنہگاروں کے لئے مغفرت و رحمت کا ذریعہ اور مقربین و معصومین کے لئے درجات قرب و محبوبیت میں بے انتہا ترقی کا وسیلہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے توبہ واستغفار کرنے کی بیشتر مقامات پر تلقین فرمائی ہے ایک اور جگہ فرمایا۔ "اے اللہ مجھے ان بندوں میں سے کر دے جو نیکی کریں تو خوش ہوں اور ان سے کوئی غلطی

اور برائی سرزد ہو جائے تو تیرے حضور میں استغفار کریں"

استغفار و توبہ کے وقت بندہ چونکہ اپنی گنہگاری اور تقصیر کے احساس کی وجہ سے انتہائی ندامت اور احساس پستی کی حالت میں ہوتا ہے اور گناہ کی گندگی کی وجہ سے مالک کو منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتا اور اپنے آپ کو مجرم اور خطاکار سمجھ کر معافی اور بخشش مانگتا اور آئندہ کے لئے توبہ کرتا ہے اس لئے بندگی اور تذلل، گنہگاری و قصوواری کے احساس کی جو کیفیت استغفار و توبہ کے وقت ہوتی ہے وہ کسی دوسری دعا کے وقت نہیں ہوتی بلکہ نہیں ہو سکتی اس بنا پر استغفار و توبہ دراصل اعلی درجہ کی عبادت اور قرب الٰہی کے مقامات میں بلند ترین مقام ہے اور توبہ کرنے والے بندے کے لئے صرف معافی اور بخشش ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت و محبت اور اس کے پیار کی بشارت سنائی گئی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب بندے کا یہ یقین اور عقیدہ ہو کہ میرا مالک و مولی بڑا رحیم و کریم ہے معافی مانگنے پر بڑے سے بڑے گناہوں، قصوروں کو معاف فرما دیتا ہے نیز اس کے ساتھ وہ آئندہ کے لئے فیصلہ کرتا ہے کہ اب کبھی اپنے مالک کی نافرمانی نہیں کرے گا اور کبھی گناہ کے پاس نہیں جائے گا۔ بس بندے کے اسی عمل کا نام استغفار و توبہ ہے۔

ایک اطلاع

ہمارے ایک بھائی ملک انصار حسین صاحب جو کہ ماہ اپریل 1999ء کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے گھر سے روانہ ہوئے تھے وہ نہ تو مرکز تعمیر ملت پہنچے اور نہ ہی واپس گھر پہنچے۔ انکی عمر تقریباً 50 برس ہے اور ذہنی حالت تسلی بخش نہیں ہے۔ جو بھائی انکے متعلق کسی قسم کی معلومات رکھتے ہوں وہ براہ مہربانی انکے گھر مندرجہ ذیل پتہ پہ مطلع فرمائیں۔

(ملک انصار حسین موضع و ڈاک خانہ کھوکھر زیر تحصیل و ضلع چکوال)

صدائے فقیر

دین کی تکمیل

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

کرہ ارض پر انسان کے ظہور کے بعد جب آبادی بڑھ گئی تو سب کے لئے ایک جگہ اکٹھا رہنا ممکن نہ رہا کیونکہ کسی ایک جگہ کے وسائل پوری آبادی کی کفایت نہیں کر سکتے تھے۔ کچھ لوگ پانی اور دیگر قدرتی وسائل کی تلاش میں نقل مکانی کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس طرح آبادی کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا اور مہاجرت کے عمل کے نتیجے میں انسان کرہ ارض پر پھیل گیا۔ ابتدائی دور میں چونکہ ذرائع آمدورفت مفقود تھے اس لئے انسانی آبادیاں ایک دوسرے سے کٹی ہوئی تھیں آپس میں میل جول نہ ہونے کی وجہ سے ہر آبادی کا رہن سہن' بول چال اور طرز بودو باش بھی دوسروں سے مختلف ہو گیا۔ ایک دوسرے سے جدا ان معاشروں میں جو خرابیاں جنم لیتیں ان کی نوعیت بھی ایک دوسرے سے مختلف تھی۔ ان حالات میں انسانوں کی رہنمائی اور ہدایت کے لئے ہر بستی کے لئے علیحدہ علیحدہ پیغمبر کا مبعوث ہونا وقت کی ضرورت تھی۔ قرآن کریم کا بیان ہے اللہ نے ہر قوم کے لئے ان کے اندر ہی سے نبی بنائے اور یہ بھی بتایا وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ (ابراہیم۔4)

یعنی اس رسول پر اترنے والا اللہ کا کلام اسی زبان میں ہوتا تھا جو زبان اس کی قوم بولتی تھی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت نے ہر انسان تک اپنا پیغام واضح طور پر پہنچانے کے انتظامات کر دیئے۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے انبیاء کی بعثت کا سلسلہ چلتا رہا۔ بعض اوقات ایک ہی قوم میں کئی کئی نبیوں کو مبعوث فرمایا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے اس زمانے اور قوم کے حالات کے مطابق انہیں انجیل عطا فرمائی گئی۔ ان کے بعد حالات پھر بگڑنے لگے اور چند صدیوں کے بعد نفس کی خواہشات اور ہوا و ہوس کی ظلمات نے دین کی حقیقت کو پوری طرح ڈھانپ لیا اور انسانیت پھر ایک مرتبہ کفرو شرک کے اندھیروں میں ڈوب گئی۔ سلسلہ نبوت کے اس طویل دور میں جو کتابیں انبیاء علیہم السلام پر اتاری گئیں وہ زمانے کے حالات' حفاظت کے لئے وسائل کی عدم موجودگی اور تحریف ہو جانے کی وجہ سے محفوظ نہ رہ

سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ گذشتہ انبیاء کے پیروکاروں کا کوئی بھی گروہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ اسکے پاس اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب اپنی اصل شکل اور ابتدائی متن کے ساتھ موجود ہے۔ نہ ہی ان انبیاء میں سے کسی کے مستند اقوال اور حالات زندگی اس وقت دستیاب ہیں جو انسانوں کو عملی راہنمائی مہیا کر سکیں۔

اس کے باوجود گذشتہ پیغمبروں کی تعلیم کے کچھ اثرات انکی قوموں میں باقی رہے۔ خالق کائنات کے وجود پر ایمان' مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کا اعتقاد اور خیرو شر کے کچھ اصولوں کی پابندی کسی نہ کسی صورت میں بہرحال موجود رہی۔ بنی نوع انسان کی لاکھوں برس پر پھیلی ہوئی زندگی میں ایک لاکھ اور کئی ہزار پیغمبر راہنمائی کے لئے تشریف لائے۔ ان کی تعلیم اور محنت کے نتیجے میں نسل انسانی آہستہ آہستہ شرک اور توہم پرستی سے نکل کر توحید کی طرف اور جہالت کو ترک کر کے تہذیب و تمدن کی طرف بڑھتی رہی۔ حتیٰ کہ قدم قدم روشنی کا یہ سفر طے کرتی ہوئی بچپن اور لڑکپن کے ادوار سے گذر کر سن بلوغ کو پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ دنیا میں مواصلات اور نقل و حمل کی نئی نئی ایجادات کے وجود میں آجانے کی وجہ قوموں اور ملکوں میں پائی جانے والی جغرافیائی اور ذہنی دوری بھی کم ہونے لگی تھی اور کرہ ارض پر بکھری ہوئی آبادی اب گمنامی کے اندھیروں اور علاقائی سوچوں سے نکل کر باہمی رابطوں کی وجہ سے ایک وحدت بنتی نظر آ رہی تھی۔ ذرائع ابلاغ اس سطح پر پہنچ چکے تھے کہ کسی ایک ہی شریعت کا تمام انسانوں تک پہنچنا ممکن ہو گیا تھا۔ انسانیت کی ذہنی بلوغت اور زمانے کے سارے حالات اب اس امر کے مقتضی تھے کہ اب ایک ایسا دستور حیات عطا ہو جو پوری انسانیت کے لئے کافی ہو اور اس کے بعد کسی آسمانی ہدایت کی ضرورت باقی نہ رہے۔ اس کی مثال اس طرح ہے جیسے ایک بچے کے لئے ہر سال نئے ناپ کا لباس تیار کرنا پڑتا ہے اور وہ اس کی ضروریات کے عین مطابق اور اس کے قدو قامت پر پورا اترتا ہے۔ لیکن جب وہ جوان ہو جاتا ہے اور اس کے قد کاٹھ میں ٹھہراؤ آجاتا ہے تو بچپن کی عمر کا کوئی بھی لباس اس کے جسم پر پورا نہیں آتا۔ لیکن اب جو لباس اس کے لئے پورے ناپ کا تیار کیا جائے گا اس میں کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں پڑے گی اور وہ ہر عمر میں استعمال کیا جا سکے گا۔

پوری انسانیت کے اس تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اللہ رحیم و کریم کی رحمت جوش میں آگئی اور بنی نوع آدم سے اپنی بے پایاں محبت کا اظہار فرماتے ہوئے اپنے آخری نبی حضور سید المرسلین

حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور کرہ ارض پر بسنے والے تمام انسانوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے اپنی آخری کتاب قرآن مجید فرقان حمید نازل فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم دونوں کو تمام انسانوں کے لئے بھیجا اور سب جہانوں کے لئے رحمت بنایا۔ قرآن کریم کی آیات بینات ملاحظہ کریں۔

(1)۔ قل یایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (الاعراف۔158)

"آپ ﷺ کہہ دیجئے کہ لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا یعنی اس کا رسول ہوں"

(2)۔ وما ارسلنک الا کافہ للناس بشیرا و نذیرا ولکن اکثر الناس لا یعلمون ۝ (سبا۔28)

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے"

(3)۔ وما ارسلنک الا رحمہ للعالمین ۝ (الانبیاء۔107)

"اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے"

(4)۔ وننزل من القران ماھو شفا ورحمہ للمومنین ولا یزید الظلمین الا خسارا ۝ (بنی اسرائیل۔82)

"اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے"

(5)۔ یایھا الناس قد جاء تکم موعظہ من ربکم و شفاء لما فی الصدور وھدی ورحمہ للمومنین ۝ (یونس۔57)

"اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت آ پہنچی ہے"۔

قرآن کریم اور نبی رؤف و رحیم ﷺ گذشتہ تمام انبیاء کی نبوت اور ان پر نازل ہونے والی کتابوں کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ آخری کتاب گذشتہ انبیاء کی تعلیم کا احاطہ کرتی اور اللہ کی نعمتوں کی تکمیل کرتی ہے۔ اس وقت روئے زمین پر موجود یہ واحد کتاب ہے جو منزل من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تمام جنوں اور انسانوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر

تم اس کتاب کی صداقت پر شک کرتے ہو تو سارے مل کر قرآن کی مثل ایک کتاب بنا کر لے آؤ اور ساتھ ہی فرمادیا کہ تم ایسا کبھی نہ کر سکو گے۔ گذشتہ انبیاء علیھم السلام کی تعلیم صرف اپنے محدود دور کے لئے تھی اس لئے اس کی حفاظت کا انتظام مستقل نوعیت کا نہ تھا۔ اللہ کی اس آخری کتاب کی تعلیم کو قیامت تک باقی رہنا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ خود لے لیا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون ○ (الحجر۔9)

"بے شک یہ کتاب نصیحت ہم ہی نے اتاری ہے اور ہم ہی اس کے محفوظ رکھنے والے ہیں"

اس کتاب مقدس کو انسانوں پر پہنچانے کے لئے بنی نوع انسان کے سالار اور انبیاء علیھم السلام کے سردار حضور رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفٰے علیہ الصلوۃ والسلام کا انتخاب روز ازل ہی کیا جا چکا تھا۔ گذشتہ تمام انبیاء آپ ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔ توریت' انجیل اور ہندوؤں کی کتابوں میں بھی حضور ﷺ کے آنے کی پیش گوئیاں ملتی ہیں۔ آپ نے اللہ کے دین پر خود عمل کر کے رہتی دنیا تک آنے والے انسانوں کے لئے مثالی نمونہ پیش کر دیا اور تئیس برس کی لگاتار جدوجہد کے بعد اللہ کے دین کی بنیاد پر ایک مثالی فلاحی ریاست قائم کر کے دکھا دی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی کے آخری ایام میں جب قرآن کریم کی تعلیم میں ہر وہ چیز شامل کر دی گئی جس کی بنی نوع انسان کو دینوی اور اخروی فلاح اور مقصود حیات کے حصول کے لئے ضرورت پڑ سکتی تھی تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل ایمان کو بشارت دیتے ہوئے یہ اعلان فرمادیا۔

اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم السلام دينا (المائدۃ۔3)

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا"

جس دین کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے خود فرمادی اب اسے کسی اضافہ' کمی' ترمیم یا تبدیلی کی قطعی کوئی حاجت نہیں اور نہ ایسا کرنے کا کسی ہستی کو حق حاصل ہے۔ اسی لئے حضور سید الانبیاء ﷺ پر نبوت ختم کر دی گئی کیونکہ جن وجوہات کی بنا پر نئے پیغمبر آتے تھے وہ تمام کے تمام ختم ہو چکے ہیں۔ اب قیامت تک آپ کا ہی دور نبوت ہے۔

خواجہؒ کے خطوط

(تدوین و ترتیب۔ خالد مسعود)

(1)۔ لگی ہوئی ملازمت

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 62-6-18)

"ریاض حسین کا خط آیا تھا۔ میں نے ان کو بھی یہی لکھا ہے کہ جب تک دوسری جگہ بندوبست نہ ہو جائے لگی ہوئی ملازمت چھوڑنا بری بات ہے۔ مگر یہ سب لوگ جوانی کے جوش اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے پہلے تو غلط کر بیٹھتے ہیں پھر پچھتاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو یہیں لگائے رکھے تو اچھا ہے"

(2)۔ فطرہ' زکوۃ اور قربانی کی کھالیں

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 63-3-7)

"آپ نے جو تجویز فطرہ' زکوۃ اور قربانی کی کھالوں کی بابت مرکز میں جمع کرانے کے لئے لکھی ہے بالکل مناسب ہے۔ مگریاد کر کے کنونشن میں پیش کر دینا۔ جو کچھ ہو سب بھائیوں کی مرضی سے ہونا چاہئے"۔

(3)۔ حلقہ فنڈ ساتھ ساتھ بھیجتے رہیں

(بنام محمد قاسم صاحب 62-2-15)

"پشاور میں الگ روپیہ جمع کرنے کی میں اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ تفرقہ بازی ہے۔ البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ اگر کسی جگہ دیر سے جمع ہو تو کنونشن کے موقع پر آپ کو دے دے مگر یہ بھی مجھے تو پسند نہیں۔ مجبوری میں ہی ایسا کرنا چاہئے۔ میں پشاور والوں کو لکھ رہا ہوں کہ یہ نہ کریں۔ حلقہ وار جمع کر کے کنونشن پر دینا بھی اچھا نہیں۔ جو جمع ہوتا رہے بھیجتے رہیں۔ کسی کو روپیہ زیادہ دیر تک اپنے پاس نہیں رکھنا چاہئے"۔

١٦

(4)۔ نماز میں خیالات کا آنا

(بنام غوث محمد صاحب 56-2-24)

"نماز میں خیالات وغیرہ جو آتے ہیں انکی پروا نہ کرو۔ یہ تو بڑے بڑوں کو بھی آتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے کہ میں تو نماز میں جنگ کا نقشہ بنایا کرتا ہوں۔ تم پڑھتے رہو"

(5)۔ سوئے ہوئے لوگ

(بنام محمد قاسم صاحب 63-2-16)

"کوآپریٹو سوسائٹی کے متعلق ریمارکس مل گئے ہیں۔ کیا اثر ہوا۔ لوگ سوگئے ہیں کون جواب دے گا۔ ہماری قوم سوئی ہوئی نہیں بلکہ مردہ ہے۔ مردے کیا کام کریں گے اور کس کا جواب دیں گے۔ چندہ مکمل ہونے پر حساب لکھ دیں۔ کپڑے وغیرہ کا حساب ستار صاحب سے پوچھ لیں۔ میں نے پوچھا تھا تو کہتے ہیں کہ مجھے تو نہیں معلوم کتنے کا کپڑا ہے بشیر کو معلوم ہے۔ یہ بھی سوئے ہوؤں کی فہرست میں ہیں۔ حلقہ کون سنبھالے گا۔ اچھا اللہ جو چاہے۔ آپ کو جب خط لکھا تھا تو علی سیٹھ کو بھی لکھا تھا۔ لیکن جواب کون دے اور کیوں دے۔ وہ بھی سوئے ہوئے ہی ہیں۔ مگر اپنا کاروبار تو سوتے میں بھی کرتے رہتے ہیں۔ اچھا میں تو سارے حلقہ کی طرف سے سخت مایوس ہوں"

(6)۔ نماز میں خشوع و خضوع

(بنام محمد قاسم صاحب 60-7-9)

"نماز میں خشوع و خضوع اگر نہیں میسر تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز پڑھی ہی نہ جائے۔ آپ محض رسمی نماز پڑھیں۔ رفتہ رفتہ خشوع و خضوع بھی پیدا ہو جائے گا۔ اگر پاس انفاس اور نفی اثبات باقاعدہ کرنے لگیں اور اللہ کو ہر وقت یاد رکھیں تو نماز بھی پر لطف ہونے لگے گی۔ دنیاوی کام اور پریشانیاں تو مرتے وقت تک رہتی ہیں۔ ان کے لئے اللہ اللہ کو تو نہیں چھوڑا جا سکتا"

مجالس فقیر

آپ کا عشق چاہیے

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

ایک دن بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ارشاد فرمایا کہ ایک بادشاہ کا وزیر اللہ والا فقیر تھا۔ بہت بڑا بزرگ اور صوفی تھا۔ ایک مرتبہ اس نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ مجھے اپنا عشق عطا فرما دیں۔ غیب سے ندا آئی کہ ہمارا عشق نہ مانگ۔ اس کے علاوہ جو جی چاہے مانگ لو۔ یہ بڑی کٹھن منزل ہے۔ اس نے عرض کیا کہ جو ہو سو ہو مجھے تو آپ کا عشق ہی چاہئے۔ چند ماہ بعد وزیر صاحب کا اکلوتا بیٹا ایک جنگی مہم میں مارا گیا جس کا اسے شدید صدمہ پہنچا۔ اللہ میاں نے اسے کہا کہ ابھی تو امتحان شروع ہوا ہے اب بھی باز آجاؤ لیکن وہ نہیں مانا۔ چند ماہ بعد وزیر کے حاسدوں نے ایک سازش تیار کر کے بادشاہ کے خوب کان بھرے اور بادشاہ اس کے خلاف ہو گیا اور اسے وزارت سے معزول کر دیا اور اس کے خلاف مقدمہ کی کاروائی شروع ہو گئی۔ اللہ میاں نے اپنے فقیر سے فرمایا کہ اب بھی موقع ہے کہ ہمارے عشق کی تمنا سے دستبردار ہو جاؤ تو ہم سب کچھ ٹھیک کر دیں گے۔ تمہارے خلاف جو مقدمہ ہے وہ واپس لے لیا جائے گا اور تمہاری وزارت بحال کر دی جائے گی۔ فقیر نے التجا کی کہ میں تو آپ کے عشق کا دیوانہ ہوں اور اس کے لئے مجھے ہر ابتلا منظور ہے۔ چند ہفتوں بعد مقدمہ کی کاروائی پوری ہوئی اور وزیر صاحب پر بغاوت کا الزام ثابت ہو گیا اور اس کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی۔ اللہ میاں نے اپنے عاشق زار کو فرمایا کہ عشق کے انجام سے ڈرو اور اب بھی یہ

بات جانے دو تو ہم یہ سزائے موت منسوخ کرا کے تمہارا عہدہ باعزت طور پر بحال کر دیں گے لیکن وہ دھن کا پکا اپنی بات پر اڑا رہا۔ اس پر بادشاہ کی طرف سے حکم ہوا کہ دوسروں کو عبرت دلانے کے لئے اس مجرم کی ٹانگوں کو ہاتھیوں کے ساتھ باندھ کر اس کے جسم کو چرا دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حسن لازوال کے عاشق صادق کو فرمایا اگر اب بھی تم اپنی طلب سے رجوع کر لو تو سب کچھ ٹھیک کر دونگا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ کے عشق میں بے تاب ہوا جاتا ہوں اب تو واپسی ممکن نہیں۔ آخر اس کی سزا کا مقررہ دن آن پہنچا۔ تماشائیوں کے ٹھٹھ لگ گئے۔ جب اس فقیر کی ٹانگیں رسوں کے ساتھ ہاتھیوں سے باندھ دی گئیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فقیر سے فرمایا کہ یہ آخری موقع ہے اب بھی مان جاؤ۔ فقیر نے عرض کیا کہ اللہ میاں آپ کے عشق کے سوا کچھ نہیں چاہیے۔

مہاوتوں نے ہاتھیوں کو چابک لگائے اور وہ مختلف سمتوں میں جو دوڑے تو اللہ کے عاشق کا جسم دو حصوں میں چر گیا۔ اللہ نے کہا کہ تو میرا سچا عاشق ہے میرے پاس آ جا کہ اب تو میں بھی تجھے ملنے کو بے تاب ہوں۔ یہ عشق ہے۔ اس پر قبلہ حضرتؒ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے اس کی محبت مانگا کرو۔ اس کے بارے میں تو قرآن کریم میں بھی فرمایا ہے کہ جو اہل ایمان ہیں وہ اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر تمہیں اللہ کی محبت مطلوب ہے تو میرے حبیب ﷺ کا اتباع کرو۔ عشق نہ مانگو کہ یہ راہ بہت ہی کٹھن ہے۔

سلسلہ توحیدیہ کیوں بنایا

(بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

جن لوگوں نے تاریخ تصوف کی دو چار کتابیں بھی پڑھی ہیں وہ جانتے ہیں کہ ابتدائے تصوف سے آج تک بہت سے صوفیائے کرام نے اپنے اپنے زمانے میں سلوک کے پرانے قاعدوں اور طریقوں میں کسی قدر ترمیم و تجدید کے بعد ایک نیا طریقہ ایجاد کیااور اس کا نام بھی نیا رکھا۔ مثلاً محاسی، قصاری، طیفوری، جنیدی، ثوری، سہلی، حکمی خرازی، قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ، مولویہ، رفاعیہ، شاذلیہ، شطاریہ، فارسیہ، عربیہ، اکبریہ، کبرویہ، نظامیہ صابریہ وغیرہ وغیرہ۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے طریقے پیدا ہوئے جن کا نام یہاں لکھنا باعث طوالت ہو گا۔ ان میں سے بہت سے طریقے اب تک موجود ہیں اور بہت سے مرور ایام کے ساتھ کتم عدم میں غائب ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ ان بزرگوں نے ایسا کیوں کیا؟ کیوں نہ پرانے اور پہلے طریقوں کو اسی طرح جاری رہنے دیا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور جیسے جیسے وقت زیادہ گزرتا ہے بہت سی پرانی چیزیں اور باتیں معدوم اور نئی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ مرور ایام سے بہت سی قومیں تباہ اور ناپید ہو جاتی ہیں۔ بہت سی طاقتور قومیں کمزور اور کمزور قومیں طاقتور بن جاتی ہیں۔ بہت سے پرانے علوم غائب یا بے قدر و قیمت ہو جاتے ہیں اور بہت سے نئے علوم پیدا ہو کر انسانی طبقات میں مقبولیت عام حاصل کر لیتے ہیں۔ پرانے علوم کے زوال اور نئے علوم کی ترقی کے ساتھ ہی انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں اہم تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں۔ معیشت و معاشرت کے طریقے اور اصول تک بدل جاتے ہیں۔ نظریات میں تغیر آجاتا ہے۔ سوچنے اور فکر کرنے کے انداز میں فرق پڑ جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مذہبی عقائد بھی محفوظ نہیں رہتے۔ تصوف بھی مذہب کا جزو لاینفک ہے یہ بھی محفوظ نہیں رہنے پاتا۔ تصوف کے بہت سے اعمال و اشغال نئی ذہنیت کے لوگوں کی یا تو تسلی نہیں کر سکتے یا حالات زمانہ کی وجہ سے ناممکن العمل ہو جاتے ہیں۔ یہی

وقت ہوتا ہے جب بعض بزرگ توفیق و تائید الٰہی سے تصوف کے پرانے اعمال و اشغال میں مناسب تبدیلیاں اور ترمیم و تجدید کر کے ان کو نئے زمانے کی ذہنیت اور مقتضیات کے مطابق بنا لیتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ تبدیلیاں صرف فروعات و رسوم میں ہوتی ہیں اصول ہمیشہ وہی رہتے ہیں۔

تصوف اسلامی کو شروع ہوئے بارہ تیرہ سو برس گزر چکے ہیں۔ اس عرصے میں زمانے کے طور طریقوں اور رسموں میں بہت سی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اور موجودہ زمانے میں تو یہ تبدیلیاں اس قدر شدت اور عجلت سے ہو رہی ہیں کہ ہماری قوم کے ان پڑھ یا معمولی پڑھے لکھے تو رہے ایک طرف' بڑے بڑے علماء کا ذہن بھی ان کا ساتھ نہیں دے سکتا۔ اور وہ یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ان تبدیلیوں کا مسلمان نوجوانوں پر کیا اور کتنا اثر پڑ رہا ہے۔ طرح طرح کی ماڈرن ایجادوں اور اکتشافات نے مسلمانوں خصوصاً" انگریزی تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دماغ کو مسحور کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ قرآن اور احادیث کو نئے علوم کی روشنی میں پرکھنا اور جانچنا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے اندھی تقلید اور ایمان بالغیب بے معنی بات ہے۔ وہ ہر بات پر کیوں؟ اور کیا؟ کا جواب چاہتے ہیں اور پوچھتے ہیں نماز سے کیا فائدہ؟ اگر یہ تضیع اوقات نہیں تو اور کیا ہے؟ روزے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ اگر پیٹ کو ٹھیک رکھنے کے لئے فاقہ اچھی چیز ہے تو بھی ایک ماہ برابر فاقہ کرتے رہنا کہاں کی عقلمندی ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ تم جو ہر وقت خدا خدا کرتے رہتے ہو اس کا کیا نتیجہ؟ یہ خدا کیا چیز ہے؟ اس کی شکل کیسی ہے؟ وہ نظر کیوں نہیں آتا؟ مذہب اسلام اگر سچا ہے تو مسلمانوں پر دوسری قومیں کیوں فائق ہیں؟ اگر تمہارا مذہب دنیوی زندگی میں کامیابی کی راہیں نہیں دکھاتا تو اس سے چمٹے رہنے سے کیا حاصل؟

الغرض یہ اور ایسے کتنے ہی سوال ہیں جو ان انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کے دماغ میں ابھرتے رہتے ہیں اور جب وہ ان کا تسلی بخش جواب نہیں پاتے تو بے دین ہو جاتے ہیں اور جو لوگ راسخ العقیدہ ہونے کی وجہ سے بے دین نہیں ہوتے کم از کم ان کا ایمان متزلزل ضرور ہو

جاتا ہے اور وہ تلاش حق میں حیران و پریشان ادھر ادھر ٹامک ٹوئیاں مارتے پھرتے ہیں۔

انہی لوگوں میں سے اکثر روحانیت کے متلاشی بھی ہوتے ہیں اور تصوف کے چشمہ سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے ہیں۔ لیکن موجودہ زمانے کے اکثر و بیشتر صوفی اور پیر علوم حاضرہ سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان متلاشیان حق کی تسلی نہیں کر سکتے۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ لوگ ہدایت کے مستحق نہیں ہیں؟ کیا ان لوگوں کو یونہی بھٹک کر کافر اور بے دین ہونے دیا جائے؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان تو یہ ہے کہ لکل قوم ھاد یعنی ہر جماعت کے لئے ہادی بھیجے اور پیدا کئے جاتے ہیں۔ تو کیا ہمارے مغربیت زدہ نوجوان اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔ کیا ان کے لئے خدا نے اپنی رحمت کے دروازے بند کر دئے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس جس طرح ہمارے علمائے عظام کا فرض ہے کہ جہاں تک دین و شریعت کا تعلق ہے ہر طرح سے ان کی تسلی کریں۔ ٹھیک اسی طرح ہمارے صوفیائے کرام کا بھی یہ فرض ہے کہ ان بھولے بھٹکے متلاشیان حق کو اللہ کا راستہ بتائیں۔ اسلامی تصوف سے ان کو آشنا کریں۔ ان کے اخلاق کی اصلاح کریں اور نور معرفت الٰہی سے ان کے قلوب کو جگمگا دیں۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہمارے علماء اور صوفیاء خود ماڈرن علوم میں کامل دست گاہ پیدا کر کے موجودہ زمانے کے مقتضیات اور موجودہ نسلوں کی ذہنیت سے بہ درجہ کمال واقف نہ ہو جائیں۔ میں چونکہ خود اسی مغربیت زدہ طبقے سے ہوں اور میں نے بھی ایک عرصہ دراز تک سرگرداں و پریشاں رہنے اور ہزاروں ٹھوکریں کھانے کے بعد حق کو پایا ہے اس لئے میں ان لوگوں کی ذہنیت، نظریات، انداز فکر اور طرز استدلال سے بخوبی واقف ہوں اور ظاہری اور باطنی دونوں طرح سے انکی تسلی کر سکتا ہوں۔ بنابریں میں نے محسوس کیا کہ ان گم کردہ راہ طالبوں کو راہ حق دکھانا میرا فرض ہے۔ اگر میں نے ایسا نہ کیا تو قیامت کے دن اللہ کو کیا جواب دوں گا۔ پس میں نے بھی پہلے بزرگان سلسلہ کی طرح ایک نئے سلسلے کی بنیاد ڈالی اور اس کا نام "سلسلہ توحیدیہ" رکھا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ

(محمد صدیق ڈار توحیدی)

حضور سید الانبیاء احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ ﷺ کی تشریف آوری کے ساتھ ہی انبیاء کی بعثت کا طویل سلسلہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ صدیوں سے تعمیر ہونے والے حریم نبوت میں جو جگہ خالی پڑی تھی وہ خاتم النبیین ﷺ کی بعثت سے پر ہو گئی۔ آپ پوری انسانیت کے لئے اللہ تعالیٰ کے رسول بن کر آئے۔ اب قیامت تک جو زمانہ ہے وہ آپ ہی کا دور نبوت ہے۔ اب کسی بھی قسم کے نئے نبی کے آنے کی ضرورت اور گنجائش باقی نہیں رہی۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا ناقابل معافی جرم ہے اسی طرح حضور رحمت اللعالمین ﷺ کی رسالت میں کسی کو شریک ٹھہرنا بھی ظلم عظیم ہے۔ اب دین حق کو عالم انسانیت تک پہنچانے کا مقدس فریضہ اور عظیم شرف امت مسلمہ کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ اس لئے حضور نبی آخر الزمان ﷺ کی شمع رسالت سے فیض حاصل کرنے والے علماء کرام اور صوفیائے عظام اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہر دور میں رشد و ہدایت کا نور، چار دانگ عالم میں پھیلاتے چلے آ رہے ہیں اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ ایسی ہی عظیم ہستیوں میں بیسویں صدی کے عظیم صوفی، محقق کامل، عارف باللہ اور سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی ذات بابرکات بھی شامل ہے۔ آپ 29 جولائی 1893ء کو جوار دہلی کے شہر فرید آباد میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حافظ عبدالرحیم تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ امتہ العائشہ سادات خاندان کی نہایت پارسا اور نیک اطوار خاتون تھیں۔ آپ کے دادا جان حضرت مولانا عبدالعزیزؒ نہ صرف ایک جید عالم تھے بلکہ ایک کامل صوفی، ولی اللہ اور مرد حق آگاہ تھے۔ آپ ایک تعلیم یافتہ اور وسیع النظر بزرگ تھے اور کافی عرصہ لکھنؤ میں منیئر سب جج کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ کے پردادا بھی عابد و زاہد بزرگ تھے۔ انہوں نے ملازمت کے سلسلے میں کافی وقت ایبٹ آباد میں گذارا اور پھر کرنال سے ایکسٹرا اسسٹینٹ کمشنر کے عہدہ سے ریٹائر ہو کر فرید آباد چلے گئے۔ آپ کے اجداد کا تعلق پانی پت والے انصاری خاندان سے تھا جن کا سلسلہ نسب مشہور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جن کو مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم حبیب خدا ﷺ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا۔ قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا بچپن

اپنے دادا جان کی گود شفقت میں گذرا جنہوں نے آپ کو پانچ برس کی عمر میں ہی نماز، مسنون دعائیں اور قرآن کریم کی چھوٹی چھوٹی کئی سورتیں زبانی یاد کرا دیں۔ آپ کی نظر کیمیا اثر اور تربیت کے فیض سے آپ کو تصوف کا جذبہ و شوق اور فقراء سے محبت و موانست کا ذوق نصیب ہوا۔ آپ پیدائشی ولی اللہ تھے اور بچپن ہی میں آپ سے کرامات کا ظہور ہونے لگا۔ لیکن آپ ہمیشہ کرامات سے زیادہ تعلیم کو اہمیت دینے کے قائل رہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ "ان کرامات میں میرا تو کوئی کمال نہ تھا۔ نہ تو میں کسی سے بیعت تھا اور نہ ہی اللہ اللہ کرتا تھا۔ اگر مجھ سے خرق عادات اور بزرگی کی علامات کا اظہار ہوتا تھا تو یہ میرے خالق کی قدرت کا کمال ہے۔ اس نے جس نہج پر چاہا مجھے پیدا فرمادیا"

ابھی آپ نے زندگی کی دس بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ 1902ء میں آپ کے دادا جان کی شفقت کا سایہ آپ کے سر سے اٹھ گیا۔ مگر ان کی تربیت نے آپ کے ذہن پر اللہ تعالیٰ کی محبت اور توحید کا بڑا گہرا اثر چھوڑا، چنانچہ آپ لڑکپن ہی سے مرشد کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے۔ آپ نے بیسیوں بزرگوں اور فقیروں کی خدمت میں حاضری دی۔ عجیب و غریب رنگ کے درویشوں اور ملنگوں سے واسطہ پڑا۔ بڑی بڑی درگاہوں اور آستانوں کے سجادہ نشینوں کے پاس بھی گئے لیکن کہیں بھی طبیعت نہ جمی۔ آپ "چراغ راہ" میں تحریر فرماتے ہیں "مجھے ایک ایسے بزرگ کی تلاش تھی جو صاحب علم، صاحب عرفان اور صاحب تحقیق ہو۔ کشف و کرامات دکھانے والے تو بہت مل جاتے ہیں لیکن عارف اور محقق کہاں نظر آتے ہیں"

آپ نے رہبر کامل کی تلاش میں تقریباً آٹھ برس صرف کئے تاکہ ان سے بیعت ہو کر باقاعدہ سلوک طے کر سکیں۔ آخر کار تلاش و انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور جن خوبیوں کے حامل بزرگ کی آپ کو جستجو تھی ان سے اللہ تعالیٰ نے اچانک اور اتفاقاً ملاقات کرا دی۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ آپ اپنے رشتہ داروں کے ہاں کہیں گئے ہوئے تھے کہ آپ کے ایک قریبی دوست شیخ عبدالرحمٰن دہلوی نے بتایا کہ یہاں سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بہت اچھے بزرگ حضرت مولانا کریم الدین احمد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ وہاں پہنچے تو پہلے ہی دن حضرت مولاناؒ کی خدمت میں چھ گھنٹے حاضر رہے۔ آپ کو انکی شریعت کی پابندی، جدید علوم میں کامل دستگاہ، انکی نرمی، پیار، تواضع اور خلوص اسقدر دل کو بھائے کہ انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت مولاناؒ نے فرمایا بھی کہ دو چار ماہ ہماری

صحبت میں رہو اور ٹھوک بجا کر پرکھ لو اور پھر بیعت ہونا مگر قبلہ حضرت نے عرض کیا کہ جو کچھ مجھے دیکھنا تھا وہ سب دیکھ لیا ہے۔ خدا جانے پھر وقت اور موقع ملے نہ ملے اس لئے مہربانی فرمائیں اور مجھے بیعت کر لیں۔ اس طرح آپ پہلی ہی ملاقات اور پہلی ہی نشست میں بیعت ہو گئے۔ یہ سعادت آپ کو 1911ء میں جب آپ کی عمر 18 برس کی تھی اور نویں کلاس میں پڑھتے تھے حاصل ہوئی۔ آپ کے مرشد حضرت مولانا کریم الدین احمدؒ قصبہ "دھوج" کے رہنے والے تھے جو دہلی سے تقریباً 50 کلو میٹر جنوب میں واقع ہے۔ مولاناؒ کسی گدی یا خانقاہ کے سجادہ نشین نہ تھے۔ قصبے کے باہر ایک کچا احاطہ تھا جس میں تین چار چھپر پڑے ہوئے تھے۔ یہی مولاناؒ کا کاشانہ تھا۔ دو چار میو خدمت کیا کرتے تھے اور روٹی وغیرہ پکا دیتے اور دوسری خدمات انجام دیتے تھے۔ مولانا بہت ہی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ صرف ایک جوڑا کھدر کا رکھتے تھے جو کہ وہ ہر جمعہ کے دن نماز سے پہلے خود دھو کر پہن لیتے تھے۔ ہر چھ ماہ بعد ایک نیا جوڑا بناتے اور پرانا کسی غریب کو دے دیا کرتے تھے۔ مولانا مشہور بالکل نہ تھے بلکہ ایک گمنام بزرگ اور ہر لحاظ سے کامل فقیر تھے۔ وہ قبروں بلکہ بڑے بڑے مزاروں پر جانے کو بھی اچھی نظر سے نہ دیکھتے تھے۔ بزرگوں کا بڑا احترام کرتے تھے لیکن اللہ کے سوا مشکل کشا کسی کو نہ مانتے تھے۔ وہ علامہ اقبالؒ کے بہت بڑے مداح اور حالات حاضرہ پر دقیق نظر رکھنے والے بزرگ تھے۔

حضرت مولاناؒ نے آپ کو چوبیس گھنٹے ذکر پاس انفاس اور کسی ایک نماز کے بعد نفی اثبات یعنی لا الہ الا اللہ کا ذکر تعلیم فرمایا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ خاندان نقشبندیہ میں ذکر بالجہر منع ہے لیکن مرشد نے آپ کو روزانہ پانچ ہزار مرتبہ نفی اثبات کا ذکر بالجہر کرنے کا ہی بتایا۔ بیعت ہونے کے بعد آپ نے بڑی جانفشانی اور جوش و خروش سے تین برس متواتر اپنے اوراد جاری رکھے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کے تین لطیفے قلب، روح اور سر روشن ہو گئے اور ان کے دوائر کی سیر بھی میسر آ گئی اس پر حضرت مولاناؒ نے آپ کو اپنی خلافت سے نوازا اور تحریری اجازت بیعت کرنے کی عطا فرمائی۔ اس وقت آپ کی عمر بمشکل 23 برس کی ہو گی اسی وجہ سے مرشد نے اجازت نامہ میں یہ تحریر فرما دیا کہ جب تک چالیس سال کی عمر نہ ہو جائے کسی کو بیعت نہ کرنا۔ اس کے ساتھ ہی یہ ہدایت بھی فرمائی کہ اب تم نوافل تہجد پر بہت زور دو اور جس قدر زیادہ ممکن ہو تلاوت قرآن اور تفکر یعنی مراقبے میں وقت گذارا کرو۔ اس صحبت کے بعد مرشد سے آپ کی

بہت دفعہ ملاقات ہوئی یہاں تک کہ 1920ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ حضرت مولاناؒ کے انتقال کے بعد آپ نے مراد آباد کے رہنے والے سلسلہ چشتیہ کے ایک مشہور بزرگ حضرت محمد قاسمؒ سے بیعت کی اور چشتیہ سلوک بھی طے کر لیا۔ ان بزرگوں کے علاوہ آپ کی روحانی ترقی میں سب سے زیادہ حصہ ایک اویسی بزرگ حضرت رسالدار محمد حنیف خاںؒ کا ہے جن کے فیض صحبت اور تعلیم و توجہ سے آپ منزل مراد پر پہنچے۔ قبلہ حضرتؒ نے اپنے روحانی سفر کے بارے میں اپنی تصنیف لطیف "حقیقت وحدت الوجود" میں تحریر فرمایا "میں 1911ء میں جب کہ میری عمر اٹھارہ سال تھی خاندان نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت ہوا اور سات آٹھ سال کی سخت اور متواتر جدوجہد کے بعد نقشبندیہ سلوک پورا کر لیا۔ اس سلوک سے طبیعت میں انکسار' تورع اور کشف و کرامات تو حاصل ہو گئیں لیکن جس مقصد کے لئے بیعت ہوا تھا وہ حاصل نہ ہوا یعنی رویت باری تعالیٰ حاصل نہ ہوئی۔ اس کے بعد خاندان چشتیہ میں بیعت کی اور پانچ چھ سال میں یہ سلوک بھی طے کر لیا۔ اس سلوک سے طبیعت میں لطافت' اخلاق میں شیرینی' حسن اور جمالیات کا ادراک اور عشق و محبت کا سوز و گداز تو میسر آ گیا لیکن رویت باری تعالیٰ یہاں بھی عنقا ہی رہی۔ اس کے بعد کسی اور سلسلے میں بیعت تو نہ ہوا مگر قادریہ اور دوسرے کوئی سلسلوں کے سلوک کا مطالعہ بالاستیعاب کیا۔ لیکن رویت کے حصول کا وہاں بھی کوئی ذکر نہ تھا۔ اب میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور کسی لطیفہ غیبی کا منتظر رہا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور ایک بزرگ سے ملاقات کرا دی۔ یہ حضرت اویسی تھے۔ نہ خود کسی سے بیعت تھے نہ بیعت فرماتے تھے۔ اس لئے بیعت تو نہ ہو سکا لیکن بیس پچیس سال ان سے فیض کثیر ملتا رہا۔ اب میں فیض تو ان سے لیتا تھا لیکن ذکر اور فکر اپنے اسی پرانے سلسلے نقشبندیہ کا کرتا تھا۔ اس مرتبہ سلوک عجیب طرح سے طے ہوا یعنی ناسوت سے ذات بحت تک سارے راستے گرد و پیش کے ماحول کو دیکھتا اور سمجھتا ہوا گذرا۔ یعنی پہلے دوزخ کے طبقات دیکھے پھر علی الترتیب اعراف' ملکوت' جبروت' لاہوت اور ہاہوت کی جنتوں کی سیر کرتا ہوا ھو کے نچلے طبقے میں داخل ہو۔ یہاں مجھ پر وحدت الوجود کی کیفیت طاری ہوئی یہ وہی کیفیت ہے جس کو جناب ابن عربیؒ نے حقیقت فرمایا ہے۔ الحمد للہ کہ میں نے یہاں زیادہ قیام نہ کیا ورنہ میں بھی وجودی ہو کر رہ جاتا۔ جب میں ھو کی اوپر والی سطح پر پہنچا تو وہاں وہ کیفیت نظر آئی جس کو حضرت مجدد صاحبؒ نے ظلیت کہا ہے۔ یہاں سے بھی جلدی ہی نجات مل گئی۔ اس کے بعد میں کچھ عرصہ عدم میں رہا لیکن برابر

آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ عدم کو پار کر کے عالم امر میں داخل ہو گیا اور آخر کار چھبیس ستائیس برس کی متواتر کوشش کے بعد 1953ء میں اپنے مقصد حیات سے ہمکنار ہوا۔ الحمدللہ جو چاہتا تھا مل گیا"

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ شخصیت پرستی، قبرپرستی اور رہبانیت کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے ساری عمر کبھی فقیرانہ وضع قطع کا لباس پہنا نہ ہی گوشہ نشینی اختیار کی۔ آپ نے متاہل اور بھرپور زندگی بسر کی۔ گذر اوقات کے لئے آپ نے کاروبار بھی کیا اور ملازمت بھی۔ 1920ء میں آپ نے انڈین آرمی میں مترجم کی حیثیت سے شملہ میں ملازمت شروع کی۔ آرمی ہیڈ کوارٹرز دہلی میں بھی کافی وقت گذارا۔ ملازمت کے دوران ہی جب آپ عارضی طور پر بلگام گئے ہوئے تھے تو وہاں اکتوبر 1928ء میں آپ کی ملاقات ایک اویسی بزرگ حضرت رسالدار محمد حنیف خاں صاحبؒ سے ہوئی جن کے بارے میں حضرت مولاناؒ یہ بشارت دے گئے تھے کہ میرے مرنے کے بعد تمہیں ایک دوست ملے گا جس کے پاس تمہارا حصہ ہے اس کی تعلیم اور صحبت سے تمہارے اندر وہ صلاحیتیں پیدا ہو جائیں گی جو جیتے جی اللہ کا دیدار حاصل کرنے کے لئے لازمی ہوتی ہے۔

قبلہ حضرت کے دادا مرحوم نے خواب میں ان کا نام بھی بتا دیا تھا۔ آپ نے رسالدار صاحبؒ سے بھرپور فیض حاصل کیا یہاں تک کہ وہ 1947ء میں اپنے آبائی قصبہ مہندر گڑھ ریاست پٹیالہ میں شہید ہو گئے۔

حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ 14 ستمبر 1947ء کو دہلی سے ہجرت کر کے بذریعہ ٹرین لاہور تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس ٹرین کی خصوصی حفاظت کے لئے جو انتظام فرمایا اور ضلع جالندھر کے "بیاس" ریلوے سٹیشن پر سکھوں کے حملہ سے محفوظ فرمایا اس کا ایمان افروز واقعہ "چراغ راہ" میں دیکھا جا سکتا ہے۔ لاہور کیمپ میں چند ہفتے گذارنے کے بعد آپ اپنے اقرباء کے پاس کراچی منتقل ہو گئے وہاں آپ پاک فضائیہ کے ڈرگ روڈ (شارع فیصل) سٹیشن میں لائبریرین کی حیثیت سے ملازم ہو گئے اور کیمپ کے اندر ہی رہائش کے لئے کوارٹر بھی مل گیا۔ وہاں ہی سے آپ نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر روحانی فیض کے ذریعے مخلوق خدا کی اصلاح و خدمت کے کام کا آغاز فرمایا اور اپنے ملنے جلنے والے احباب کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کے چراغ روشن کرنے کی سعی فرمائی۔

1951ء میں پاک فضائیہ کے چند نوجوان طالبان حق کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ کے ہاتھ پر

بیعت ہو کر سلسلہ توحیدیہ کے کاروان محبت و صداقت کا ہراول دستہ بنیں۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و توفیق سے چراغ سے چراغ جلتا چلا گیا اور آنے والے برسوں میں پاک فضائیہ کی تمام چھاؤنیوں میں اللہ کے ذکر کے حلقے قائم ہو گئے۔ پھر آہستہ آہستہ ائر فورس والوں کے توسط سے یہ روشنی انکے آبائی شہروں، قصبوں اور دیہات تک بھی پہنچنے لگی۔ قبلہ حضرت کا تبادلہ ڈرگ روڈ سے ملیر کینٹ کچہری میں ہو گیا لیکن 1955ء میں آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور مستقل طور پر بنوں چلے گئے۔ آپ کا باقی خاندان کراچی ہی میں رہا۔ آپ کے چھوٹے بھائی عبدالعلیم صاحب ناظم آباد میں رہائش پذیر تھے وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں۔ قبلہ حضرت کا ایک ہی بیٹا عبدالہادی تھا جو نوجوانی ہی میں فوت ہو گیا۔ آپ کی بڑی بیٹی شمسہ کراچی، منجھلی رابعہ لاہور اور سب سے چھوٹی ہمایوں اسلام آباد میں رہتی تھیں۔ ان میں سے صرف اب ہمایوں باجی ہی حیات ہیں۔ قبلہ حضرت کے کراچی والے داماد خواجہ فخرالحسن نے آپ کی بیعت بھی کی تھی اور شروع شروع میں کراچی کا ماہوار مرکزی حلقہ ذکر ان کی رہائش گاہ "شمس النہار" واقع گارڈن ایسٹ پر ہی ہوا کرتا تھا۔ چھوٹی بیٹی کے میاں شیخ امتیاز علی قریشی آفاقی صاحب کافی عرصہ تک ہفتہ وار مجالس ذکر اور سالانہ اجتماعات میں شریک ہوتے رہے لیکن سلسلہ میں شمولیت نہیں فرمائی۔ قبلہ حضرت نے اپنے بھتیجے انور علیم انصاری کو گود لے کر بیٹا بنا لیا تھا۔ وہ ائر فورس میں ٹیکنیکل آفیسر بھرتی ہوئے اور ونگ کمانڈر کے عہدے پر ریٹائر ہوئے۔ وہ آج کل پی اے ایف آفیسر کالونی شہید ملت روڈ شارع فیصل کراچی میں مقیم ہیں۔

بنوں میں آپ کو متروکہ جائیداد کے عوض محلّہ قصاباں میں مکان نمبر C-746 الاٹ ہو گیا۔ آپ کی خدمت کے لئے عبدالستار خان صاحب اپنے اہل و عیال کے ساتھ اسی مکان میں منتقل ہو گئے۔ بنوں میں آپ نے تجدید تصوف اور مروجہ پیری فقیری کو تمام عجمی آلائشوں سے پاک کر کے قرآن و سنت کے مطابق بنانے کا عظیم کام شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ روحانی بصیرت اور اسکی توفیق سے آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق تصوف کی تعلیم کو مدون فرمایا اور اسے موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق قابل عمل بنا کر سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی بنیاد ڈالی۔ وہاں ہی 1957ء میں آپ نے مشہور زمانہ کتاب "تعمیر ملت" تصنیف فرمائی جس سے ہزاروں متلاشیان حق نے ہدایت پائی اور اب بھی مستفیض ہو رہے ہیں۔ اسکے علاوہ تصوف کی تاریخ میں

پہلی مرتبہ آپ نے مریدین کی ہدایت کے لئے سلسلہ کے اذکار و اشغال اور آداب و قواعد
"طریقت توحیدیہ" کے نام سے قلمبند فرمادیا۔ جہاں یہ کتاب سلسلہ میں شامل بھائیوں کے لئے مکمل
ہدایت نامہ ہے وہاں اسے سلسلے کے آئین کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ بنوں ہی میں عبدالستار خان
آپ سے بیعت ہوئے وہ اس وقت بنوں وولن ملز میں سپروائزر کے طور پر کام کرتے تھے۔ انہیں
آپ نے 1968ء میں اپنا جانشین نامزد کر کے وراثتی گدی نشینی کا قلع قمع کر دیا کیونکہ خان صاحب
سے قبلہ حضرتؒ کی کسی بھی قسم کی رشتہ داری نہ تھی۔ اس سے قبل ہی آپ توحیدیہ آئین میں
اصول درج فرما چکے تھے کہ سلسلہ توحیدیہ میں خلافت یا جانشینی کا منصب ہمیشہ کے لئے غیر وراثتی
گا اور کوئی شیخ اپنے کسی بھی رشتہ دار کو اپنا جانشین مقرر نہیں کرے گا خواہ وہ اس کا اہل ہی کیوں
تاکہ حلقہ ایک وراثتی گدی نہ بننے پائے۔

1964ء میں بھائیوں کے متواتر اصرار اور میاں محمد علی صاحب کی پیار بھری دعوت پر آپ
بنوں سے ترک سکونت کر کے لاہور تشریف لائے اور بنوں والا مکان فروخت کر کے رقم بینک میں
جمع کرا دی اور اپنے وصیت نامہ میں اپنی وفات کے بعد بیٹیوں میں تقسیم کرنے کے بارے میں
ہدایات بھی درج فرمادیں۔ لاہور تشریف آوری کے فوراً بعد آپ چند ماہ فضل بلڈنگ واقع کو
روڈ اور پھر چھاؤنی کی ایک کوٹھی میں مقیم رہے۔ پھر میاں محمد علی صاحب B-1-76 المعروف گنج
والی کوٹھی گلبرگ سکیم تھری میں منتقل ہوئے تو آپ بھی ساتھ چلے گئے اور وہاں 1973ء تک تقر
نو برس قیام رہا۔ اللہ تعالیٰ میاں محمد علی صاحب مرحوم کے درجات بلند فرمائے کہ انہوں نے قبلہ
حضرتؒ اور ملنے کے لئے آنے والے مہمانوں کے تمام اخراجات برداشت کئے۔ عبدالستار خانؒ
اپنی فرم "ماڈرن کمفرٹس" میں ملازمت بھی دی اور اپنی کوٹھی میں رہائش بھی مہیا کی۔ لاہور میں
ہونے والے تمام سالانہ اجتماعات کا پورا بار بھی خود ہی برداشت کیا۔ قبلہ حضرتؒ زندگی کے آخر
چار برس "آستانہ توحیدیہ" G-92 ماڈل ٹاؤن لاہور میں رونق افروز رہے۔ لاہور میں ورود
کے بعد آپ کے عقیدت مندوں اور اکتساب فیض کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا او
کئی جگہوں پر ہفتہ وار ذکر کے لئے توحیدیہ حلقے بن گئے۔ لاہور ہی میں آپ نے "حقیقت وحدت
الوجود" تصنیف فرمائی جو اس موضوع پر مختصر جامع، عام فہم اور فیصلہ کن دستاویز کی حیثیت رکھ
ہے۔ اللہ کے فقیر کی محفل میں ہر طبقہ کے عوام اور اہل علم و فضل حضرات تشریف لاتے لیکن آ

ر ایک سے یکساں شفقت کا سلوک فرماتے ان کے دکھی دلوں پر مرہم رکھتے اور ہر ایک کو اس کے
رف کے مطابق نوازتے۔ آپ کی ذات مجسم اخلاق اور سراپا محبت تھی۔ آپ کی محبت کی گیرائی
ر گہرائی کا یہ عالم تھا کہ آپ سے ملنے والا ہر شخص یہی محسوس کرتا تھا کہ آپ میرے ساتھ
صوصی پیار کرتے ہیں۔ ایسا کیوں نہ ہوتا کہ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا شعار ہی "محبت" ہے۔ آپ
ھاپے اور علالت کے باوجود سالکین کی ہدایت کے کام سے کبھی نہ تھکتے۔ صبح سے لے کر رات
ے تک وعظ و نصیحت اور پریم و محبت کا دریا موجزن رہتا اور تشنگان مے توحید اپنی پیاس بجھاتے
ہتے۔ سخت تکلیف اور تیز بخار کی حالت میں بھی کوئی اللہ کا طالب آجاتا تو اپنی بیماری کو بھول ہی
تے اور گھنٹوں اس سے محو گفتگو رہتے آخری دم تک آپ اللہ کی مخلوق کے دلوں میں اللہ کی
بت کی جوت جگانے اور صراط مستقیم کی طرف انکی رہنمائی کرتے رہے۔

آپ نے 1951ء میں امت مسلمہ کی اصلاح کی خاطر یہ تحریک تن تنہا اور بے سروسامانی کی
ت میں شروع کی۔ تقریباً" ربع صدی کی لگاتار محنت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے نتیجے میں
پ تعلیم یافتہ، روشن دماغ اور اہل دل صوفیوں کی ایک منظم جماعت بنانے میں کامیاب ہو گئے جو
ں کے بعد ان کی بپا کی گئی روحانی اصلاحی تحریک کو ان کے مرتب کردہ آئین کے مطابق آگے
ھانے میں مصروف عمل ہے۔ کوئی بزرگ خواہ کتنا ہی بڑا اور اللہ کا مقرب کیوں نہ ہو آخر کار تو
سے اللہ کے ہاں واپس لوٹنا ہی ہوتا ہے۔ آپ بھی مختصر علالت کے بعد 23 جنوری 1977ء کو بعمر
ع سال اپنے خالق و مالک اور محبوب حقیقی سے جا واصل ہوئے۔ ہزاروں سوگوار دلوں اور اشکبار
کھوں نے انہیں رخصت کیا اور آسمان سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی برستی ہوئی پھوار میں لاہور ہی
ں سپرد خاک کئے گئے۔

خدا رحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

ناء للہ الحی القیوم   انا للہ وانا الیہ راجعون ○

----------☆☆☆☆☆☆☆----------

اتباع رسول ﷺ

سید ابوبکر غزنوی

بزرگو اور دوستو! اصل بات حضور ﷺ کی ذات اور ان کے اعمال میں فنا ہونا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے۔ اتباع کی حقیقت کیا ہے؟ اگر اس بات کو درویشانہ رنگ میں کہا جائے تو یوں کہیں گے۔ میرے محبوب کا شبہ اختیار کرو۔ میرے محبوب کا روپ دھارو۔ جتنا کوئی میرے محبوب کا روپ دھارے گا اتنا ہی مجھے عزیز ہو گا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے جو اللہ کی محبت کے دعوے کرتے ہیں کہ یہاں ہر دعوے کی ایک کسوٹی رکھی گئی ہے جس پر محبت پرکھی جاتی ہے۔ محض زبانی دعووں سے بات نہ چلے گی۔ آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے سچ مچ پیار کرتے ہو تو فاتبعونی میری پیروی کرو..... میرا روپ دھارو۔ میرے اعمال میں اور میری ذات میں فنا ہو جاؤ..... یحببکم اللہ ..... اللہ تعالیٰ کے تم محبوب ہو جاؤ گے تو یہ بات سمجھنے کی ہے کہ اصل بات حضور ﷺ کا اتباع ہے۔ محض یہ سمجھنا کہ اپنے آپ کو تکلیف دینے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں، جتنا کسی نے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا اور اذیت دی اپنی ذات کو اتنا اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں یہ نظریہ غلط ہے۔ یہ جوگیوں کا نظریہ ہے۔ یہ ہندومت اور بدھ مت کی بے روی ہے۔ اسی کو ہم تعذیب نفس کہتے ہیں اور انگریزی میں Self Mortification کہتے ہیں۔ جیسا کہ صحاح ستہ کی حدیث ہے کہ

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے پاس تین آدمی آئے اور انہوں نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے پوچھا کہ حضور ﷺ کی عبادت کیا ہے؟ اور اس وقت حضور ﷺ تشریف نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے پوچھا آپ ﷺ عبادت کرتے ہیں۔ صبح سے شام تک آپ کے معمولات کیا ہیں؟

جب امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے آپ ﷺ کے معمولات بتائے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو بہت کم ہے حضور ﷺ کے تو اگلے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں، وہ تو سرور کونین ہیں، وہ سید الاولین و سید الآخرین ہیں، وہ حبیب رب العالمین ہیں کہاں انکا مقام ......؟ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو رات بھر جاگا کر

گا اور نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں بلا ناغہ روزہ رکھوں گا۔ صائم الدھر ہو جاؤں گا۔ تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا۔

ابھی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور جب یہ بات ان کے سامنے دہرائی گئی تو فرمایا۔

واللہ انی لا خشیکم للہ واتقیکم لہ

میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اللہ نے اپنی خشیت اور اپنا تقویٰ تم سب سے زیادہ مجھے عطا فرمایا ہے..... وانی اصوم وافطر میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز بھی ہوتا ہوں..... وانا اصلی وارقد.... اور میں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی جاتا ہوں۔ واتزوج النساء.... میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔..... من رغب عن سنتی فلیس منی جو شخص میری سنت سے روگرداں ہوتا ہے اس کا میرے ساتھ کیا تعلق ہے۔؟

حقیقت میں معرفت نہ ہونے کی وجہ سے آدمی یہ سمجھتا ہے کہ شاید "تعذیب نفس" سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ نماز مقام صبر ہے اور نیند مقام شکر ہے۔ اسی طرح روزہ مقام صبر ہے اور افطار مقام شکر ہے۔ وہ آدمی جاہل ہے جو سمجھتا ہے کہ صرف مقام صبر ہی سے قرب کی راہ حاصل ہوتی ہے۔ صبر اور شکر سے یکساں اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں احادیث میں روزے کی اتنی فضیلتیں آئیں بالکل اسی طرح سحری کھانے کی بھی فضیلتیں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

تسحروا فان فی السحور برکۃ سحری کھایا کرو، سحری میں برکت ہے

اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح فرمایا۔ احب الی عبادی اعجلھم فطرا

مجھے وہ بندے بڑے پیارے لگتے ہیں کہ جونہی میں ان کو اجازت دیتا ہوں کہ تم میرا رزق کھا سکتے ہو تو بڑی تواضع اور عاجزی سے میرا شکر ادا کرتے ہوئے میرے رزق کی طرف لپکتے ہیں۔

بزرگوں نے کہا اس وقت رزق کی طرف لپکنا عین عبادت ٹھہرا اور اس پر ثواب مرتب ہو رہا ہے۔ پس صبر سے جس طرح اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے یہ سمجھنا چاہئے کہ اسی طرح شکر سے بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ علمائے حق نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریق پر سو رہنا اس عبادت اور ریاضت سے ہزار درجہ افضل ہے جو ان کے طریق سے ہٹ کر کی جائے۔ اللہ تعالیٰ فرمایا۔

وجعلنا نومکم سباتا ہم نے تمہاری نیند کو راحت بنا دیا ہے۔

جو اس نیت سے سو رہتا ہے کہ نیند اللہ کی بڑی نعمت ہے' مستحق اجر ہے۔ اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے کہ انسان کے اعصاب جب تھک جاتے ہیں تو انسان پر نیند طاری ہو جاتی ہے۔ سو کر جب اٹھتا ہے تو وہ پھر تازہ دم ہو جاتا ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھتے ہوئے سونے پر بھی اجر و ثواب مرتب ہوتا ہے۔ اس نیت سے سو رہنا کہ جب سو کر اٹھوں گا تو تازہ دم ہو کر اس کی غلامی کے حقوق ادا کرونگا' اس ریاضت سے ہزار درجہ افضل ہے جو حضور ﷺ کے طریقے سے ہٹ کر کی جائے۔ تو یہ کہنا کہ میں سوؤنگا نہیں۔ حضور ﷺ کا طریقہ نہیں ہے۔

اور تمام مقامات جو طے ہوتے ہیں وہ حضور ﷺ کی ذات میں فنا ہونے سے حاصل ہوتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے بارہا عرض کر چکا ہوں کہ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں اولیاء کا اتفاق ہے بہت سے صحابی گنے جا سکتے ہیں جو ان سے کہیں زیادہ ریاضت کرتے تھے' وہ حضور ﷺ کی ذات میں فنا ہو گئے تھے۔ اس لئے جو مقام صدیقیت ان کو حاصل ہوا' کسی دوسرے شخص کو نہ مل سکا۔

اصل بات حضور ﷺ کی ذات میں' ان کے افعال میں' ان کی سنتوں میں فنا ہونا ہے۔ گو اس میں راحت ہی کیوں نہ ہو بلکہ سنت تو سراسر راحت ہی ہے دوستو! حضور ﷺ بار بار یہ فرمایا کرتے تھے۔ جب دو باتیں تمہارے سامنے آئیں' ایک کٹھن ہو' تکلیف دہ ہو اور دوسری آسان ہو تو آسان چنا کرو۔ فرمایا

اذا ابتليت ببلائين فليختر اهونهما

جب دو آزمائشوں میں پڑ جاؤ تو جو آسان راستہ ہے اس کو چن لو۔

خود اپنے آپ کو جان بوجھ کر اذیت میں نہ ڈالو۔ کبھی فرمایا۔ من شاق شاق الله عليه جو آدمی اپنے آپ کو جان بوجھ کر اذیت دیتا ہے Morlify کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر مشقتیں لاد دیتا ہے۔

صحاح ستہ کی طرف پھر رجوع کیجئے بخاری شریف اور ابو داؤد میں ہے حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا ایک صاحب دھوپ میں کھڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا یہ کون ہیں اور کیسے کھڑے ہیں؟ عرض کیا گیا یہ ابو اسرائیل ہیں۔ انہوں نے نظر مانی ہے کہ کھڑے رہیں گے۔ بیٹھیں گے نہیں' نہ سایہ کریں گے' نہ کسی سے بات کریں گے اور روزہ رکھیں گے اس پر آپ نے فرمایا۔

مروه فليتكلم وليستظل وليقعد وليتم صومدا

ان سے کہو بات کریں۔ سایہ میں آئیں، بیٹھیں، البتہ روزہ پورا کریں۔

مسلم شریف اور ابوداؤد میں ہے۔ حضرت عقبہؓ بن عامر جہنی کہتے ہیں کہ میری بہن نے ننگے پاؤں حج کرنے کی نذر مانی اور یہ نذر بھی مانی کہ اس سفر میں سر پر کپڑا بھی نہ ڈالیں گی۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس سے کہو سواری پر جائے اور سر ڈھانکیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے عقبہ بن عامر کی بہن کا یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ کے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

ان اللہ لغنی عن نذرھا

اللہ کو اس کی نذر کی کوئی ضرورت نہیں اس سے کہو کہ سواری پر جائے۔

ایک اور روایت میں حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا۔ میری بہن نے پیدل حج کرنے کی نذر مانی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

ان اللہ لا یصنع بشقا اختک شیا فلت حج راکبہ

تیری بہن کے مشقت میں پڑنے کی اللہ کو کوئی ضرورت نہیں ہے اسے سواری پر حج کرنا چاہئے۔

بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضورؐ نے (غالباً سفر حج میں) دیکھا کہ ایک بڑے میاں کو ان کے دو بیٹے سنبھالا دیئے چل رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا گیا انہوں نے پیدل چلنے کی منت مانی ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا۔

ان اللہ لغنی عن تعذیب ھذا لنفسہ وامرہ ان یرکب

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے کہ یہ شخص اپنے نفس کو عذاب میں ڈالے پھر آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ سوار ہو۔

دوستو! یہ سمجھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اتباع سنت میں ہے اور حضور اقدس کی ذات میں فنا ہونے سے حاصل ہوتی ہے۔ حضور ﷺ کی محبت میں فنا ہونے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی بوچھاڑ ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ گو اس میں راحتیں ہی راحتیں مل رہی ہیں۔ کس نے کہا ہے کہ جاں کو بے سبب جوکھوں میں ڈالنے سے وہ خوش ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے حبیب ﷺ کی معرفت عطا فرمائے۔ حضور ﷺ کی محبت عطا فرمائے اور اس میں ہمیں فنا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مقصد بعثت رسول ﷺ

عبدالقیوم ہاشمی

عصر ما ما راز ما بیگانہ کرد
از جمال مصطفٰی بیگانہ کرد (اقبالؒ)

(دور حاضر کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس نے ہمیں اپنے آپ سے بیگانہ کر دیا ہے ہمیں محمد مصطفٰی ﷺ کے جمال سے بیگانہ کر دیا ہے)

حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت پہ اور آپ کی مدح پہ کچھ لکھنا اور کہنا ایک ایسا سلسلہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا اور آنحضور ﷺ کی پاک شخصیت سے پوری انسانیت ہر دور اور زمانہ میں اپنی طبیعت اور مزاج کے موافق فیوض و برکات حاصل کرتی رہی ہے اور کرتی رہے گی۔ آپ کی بعثت سے پہلے انسان لاتعداد خرافات میں مبتلا تھا اور انسان کو کائنات میں خود اپنی حیثیت کا علم نہ تھا۔ مظاہر قدرت یعنی سورج' دریا' پتھر اور گائے وغیرہ کی پوجا کی جاتی یعنی جو مخلوقات اللہ تعالیٰ نے انسان کی خدمت کے لئے پیدا فرمائیں انسان انہی کی پوجا کرنے لگا۔ عیسائی مبلغوں کی تحریف شدہ تعلیمات نے انسان کو پیدائشی گنہگار ٹھرایا۔ اس سے انسانیت ایک نفسیاتی اور ہیجانی کیفیت کا شکار ہو گئی وہ یہ کہ جب ہر انسان پیدائشی گنہگار ہے اور خدا نے اسکی فطرت میں گناہ شامل کر دیا تو پھر ایسا آدمی ہر گناہ کرنے کا حقدار ٹھرا۔ یوں لوگوں کو گناہ کرنے کا ایک منطقی سبب ہاتھ آ گیا جس نے انسان میں نیکی اور اخلاقی قدروں کو بالکل ہی موہوم و معدوم کر دیا۔ مزید برآں آپ ﷺ کی بعثت سے قبل یہ عقیدہ اپنے جوبن پہ تھا کہ بندہ اور خدا کا آپس میں براہ راست تعلق ناممکن ہے۔ اس لئے خدا سے رابطہ کے لئے کسی دیوتا' بت' پادری اور مبلغ کا درمیان میں حائل ہونا لازمی ہے۔ اس نظریے نے رہی سہی انسانی قدریں بالکل ہی نابود کر دیں۔ یوں بندے اور خدا کے درمیان پردے حائل کر دیے گئے اور خدا سے محبت اور امید کا رشتہ منقطع ہو گیا۔ ان افکار و عقائد سے جو اخلاق و کردار پیدا ہونا تھا وہ کسی طرح حوصلہ افزاء نہ تھا۔ کیونکہ جب انسان کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس کا اپنے رب سے کیسا تعلق ہے؟ انبیاء کی رہنمائی سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ تو انسانوں کے ساتھ اس کا تعلق نہایت خطرناک صورت اختیار کر لیتا ہے۔ ایسا انسان ایک خودرو جھاڑی کی مانند پروان چڑھتا ہے کہ جو بھی اس کے نزدیک آئے تو گزند ہی پہنچے۔ جس شخص کا رب العالمین سے تعلق نہ ہو اس کا نفس درندوں سے بھی زیادہ خوفناک شکل اختیار کر لیتا ہے۔ ایسا شخص برائی میں شیطان کو بھی پیچھے چھوڑ دیتا

ہے۔ اس کے برعکس جس شخص کا تعلق رحمتہ اللعالمین ﷺ کی پیروی میں رب العالمین سے قائم ہو ایسے شخص کو فرشتے بھی سجدہ کرنے کو ترستے ہیں۔

بعثت رسول ﷺ سے قبل جو معاشرتی برائیاں لوگوں میں پائی جاتی تھیں وہ بیشمار ہیں مختصر یہ تھیں۔ محتاجوں اور غریبوں کو غلام بنایا جاتا تھا' بچیوں کو پیدا ہوتے ہی زمین میں زندہ دفن کر دیا جاتا' جنسی بے راہ روی' قبائلی عصبیت' باہمی تعصب' عناد' ذات پات اور طبقاتی تقسیم جیسی لعنتیں اپنے عروج پہ تھیں "ہندوؤں میں برہمن' کھشتری' ویش اور شودر جیسی طبقاتی تقسیم اسی دور کی یادگاریں ہیں) عورتوں سے باندیوں کی طرح سلوک کیا جاتا حتیٰ کہ بعض معاشروں میں تو عورت کو انسان اور جانور کے درمیان والی ایک قسم کی مخلوق تصور کیا جاتا تھا۔ المختصر پوری انسانیت اس وقت بے قدری اور ضلالت کی عمیق گہرائیوں میں گر چکی تھی۔

پھر یکایک اللہ رب العزت کی رحمت اس قدر جوش میں آئی کہ انسانیت کی پوری کھیتی ابر رحمت سے جل تھل ہو گئی۔ جی ہاں ہادی عالم' مقصود تخلیق کائنات' رحمتہ اللعالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیائے رنگ و بو میں تشریف لائے۔ آپ دنیا کے تمام انسانوں کی رہنمائی کے لئے قیامت تک کے لئے مبعوث کئے گئے۔ آپ نے وحی باری تعالیٰ کی روشنی میں ان باطل عقائد کا خاتمہ فرمایا جو عرصہ سے انسانیت کی جڑوں کو کھوکھلا کئے جا رہے تھے۔

آنحضور ﷺ نے تمام انسانوں کو آگاہ فرمایا کہ وہ ذلیل' مجرم اور کوئی گری پڑی مخلوق نہیں بلکہ لائق عزت ہے اور اسے نیک اور بہترین خصلت عطا کر کے اس دنیا میں بھیجا گیا ہے خالق انسان فرماتے ہیں

ولقد کرمنا بنی آدم

"ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی ہے"

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

"ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے"

آنحضور ﷺ نے اس باطل عقیدہ کا بھی رد فرمایا کہ انسان پیدائشی گنہگار ہے بلکہ اسلام کی نظر میں انسان خود مختار ہے چاہے شیطانی راہ پہ چلے یا رحمانی راستہ اختیار کر لے۔

وھدینہ النجدین "ہم نے اسے دونوں راستے بتا دیے ہیں"

اب انسان پہ منحصر ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پہ عمل کرتا ہوا اللہ کا شکر گزار بندہ بن جائے یا ناشکرا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت اس کے غضب پہ حاوی ہے۔ اس لئے کوئی

خواہ کتنا ہی بدکار اور گناہ گار ہو وہ اللہ سے اپنے پچھلے گناہوں کی توبہ کر کے نیک بندہ بن جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔

یا ایھا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسیٰ ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتھا الانھر (التحریم:8)

"اے ایمان والو! اللہ کے حضور توبہ کرو پکی توبہ اس طرح امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری برائیاں دور فرما دیں گے اور تمہیں باغات میں داخل فرمائیں گے جس کے نیچے نہریں بہتی ہیں"

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ

"گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے کہ گویا اس نے گناہ کیا ہی نہیں"

اسی پیغام الٰہی کو مولانا جلال الدین رومیؒ اپنے اشعار میں اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

باز آ باز آ ہر آں کہ ہستی باز آ — گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست — صد بار توبہ شکستی باز آ

"واپس آ جا واپس آ جا تو جو کوئی بھی ہے واپس آ جا اگر تو کافر اور مشرک اور بت پرست ہے تو پھر بھی واپس آ جا ہماری یہ درگاہ ناامیدی کی درگاہ نہیں اگر تو سو بار بھی توبہ توڑ چکا ہے پھر بھی واپس آ جا"

علامہ اقبالؒ نے توبہ و ندامت کا عجیب اظہار فرمایا ہے جو نہایت ایمان افروز طرز پہ ہے۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر — روز محشر عذر ہائے من پذیر
در حسابم را تو بینی نا گزیر — از نگاہ مصطفیٰ پنہاں بگیر

"اے اللہ تو ہر دو جہاں سے غنی و بے نیاز ہے میں تیرا محتاج ہوں اگر تو مجھے قبول فرما لے تو میرے سارے گناہ معاف کر دینا بھی تجھ سے بعید نہیں اور اگر آپ نے یہ فیصلہ کر ہی لیا ہے کہ آپ میرا حساب لیں گے تو براہ کرم حضور محمد مصطفیٰ ﷺ کی نگاہ سے میرا نامہ اعمال پوشیدہ رکھئے کیونکہ میں ان کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا"

حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ کے پیغام کے ذریعے ہمیں مطلع فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کا انتقام اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے سر نہیں تھوپا بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ و ندامت کے ساتھ ہی آپ کو معاف فرما دیا۔

فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ

"پس آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے (معافی کے) کلمات سیکھے تو پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں

معاف کر دیا"۔(البقرہ۔37)

آنحضور ﷺ نے ہم پہ کرم فرماتے ہوئے ہمیں آگاہ فرمایا کہ نہ تو کوئی انسان پیدائشی گنہگار ہے اور نہ ہی کوئی شخص کسی کے گناہ کا ذمہ دار ہے

ولا تزرو وازرہ وزرا خوی

"اور یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

کل نفس بما کسبت رھینہ

"ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں رہن رکھا ہوا ہے"

اسلام کی رو سے ہر شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کا ذاتی، خصوصی اور منفرد تعلق رکھتا ہے۔ پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اللہ کو پکارنے اور اس سے فریاد کرنے کے لئے کسی خاص واسطے کی ضرورت ہے۔ قرآن کریم نے اس عقیدہ کا رد فرمایا۔

انی جاعل فی الارض خلیفہ

"میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اور کوئی حائل نہیں۔ یہ سیدھا سادہ تعلق ہے جو بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ ارشاد ربانی ہے

ترجمہ! "جب میرے بندے آپؐ سے میرے متعلق پوچھیں تو (آپ بتادیں) کہ میں تمہارے بہت قریب ہوں۔ جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیا کرتا ہوں۔ انہیں چاہیئے کہ مجھ سے ہی مانگا کریں اور مجھ پر ہی ایمان رکھا کریں۔ امید ہے کہ ہدایت پا جائیں گے" آنحضور ﷺ کی سچی اتباع نہ کرنے کی وجہ سے ہم میں بیشمار گمراہیاں پیدا ہو گئیں ہیں۔ آج کل وسیلہ کا مفہوم بھی غلط سمجھا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگ گنہگار ہیں لہٰذا ہم نبی سے فریاد کریں گے اور نبی ہماری فریاد سن کر اللہ کے دربار میں پیش کرے گا۔ یہ سوچ بالکل گمراہ کن ہے اور ایسا فعل کرنیوالا شرک کا مرتکب ہوتا ہے البتہ یہ طریقہ جائز ہے کہ کسی مقرب نبی یا ولی کا واسطہ دیکر اللہ سے دعا مانگی جائے۔ فرمان الٰہی ہے کہ مجھ سے براہ راست مانگو۔

ادعونی استجب لکم "مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کرونگا"

نبی ایک رہبر کی حیثیت سے یقیناً" وسیلہ ہی ہوتا ہے اور در حقیقت وہ انسانوں کو اللہ کی راہ پہ چلنے کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

"اے نبی ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے پیار کرے گا"

اس آیت سے واضح ہوا کہ ہمارا اصل عملی ہدف اتباع رسول ؐ ہے جب کہ مطلوب و مقصود اللہ کی محبت ہے۔ ہر مسلمان و مومن کی اصل منزل اللہ تعالیٰ ہیں والی ربک المنتھی "اور تیری منزل مقصود تیرا رب ہے"

مصداق۔ حق دل بندو راہ مصطفیٰ رو
(دل اللہ کے ساتھ لگاؤ اور چلو محمد مصطفیٰ ﷺ کے رستے پر)

نبی ہی لوگوں کے نفوس کو پاک کر کے ان کے قلب و روح میں اللہ کی محبت اجاگر کرتا ہے اور اس قابل بناتا ہے کہ وہ انکی پیروی کرتے ہوئے اللہ کے محبوب بندے بن جاتے ہیں۔ انبیاء کرام لوگوں سے کہتے ہیں دیکھو مانگنا صرف اللہ سے ہے مگر مانگو اس طرح جیسے ہم اللہ سے مانگتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ کی ذات و صفات کا شفاف فہم عطا فرمایا اور مظاہر قدرت کی عبادت جیسے قبیح افعال کا خاتمہ فرمایا۔ آپ نے انسانوں کو بتایا کہ انسان ان اشیاء کا بندہ نہیں بلکہ پوری کائنات کا مخدوم ہے۔

وسخر لکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ

"آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے ہم نے سب کا سب تمہارے لئے مسخر کیا ہے' یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"

آپ ؐ نے انسانیت کو مضبوط بنیادوں پہ کھڑا کرنے کے لئے تمام نسلی' وطنی اور لسانی امتیازات کا خاتمہ فرمایا۔ ابو لہب اور ابو جہل جو کہ آپ کے خونی رشتہ داری کے علاوہ لسانی اور علاقائی تعلقات میں آپ کے قریب ترین لوگوں میں شامل تھے۔ مگر دین اسلام اور دینی رشتہ کے اعتبار سے بعید ترین لوگ تھے۔ اور جو سرکش لوگ جو نبی دین الہی کے سامنے سرنگوں ہوئے تو آپ ؐ نے نعرہ لا تثریب (آج تم سے کوئی پرسش نہیں) لگا کر انہیں سینے سے لگالیا۔ سلمان فارسی ؓ' صہیب رومی ؓ اور بلال حبشی ؓ جیسے عجمی لوگ اللہ کے دین میں شامل ہو کر آپ ؐ کی نظر میں معزز اور مقرب ہوئے۔ یہاں تک کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق ؓ حضرت بلال حبشی ؓ کو "یا سیدی" کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا صحابہ کرام ؓ سے تعلق بلا امتیاز رنگ و قوم تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تمام انسانی تعلقات میں تعلق باللہ کو مقدم رکھا۔ اس طرح آپ نے انسانوں کو صرف دو گروہوں میں تقسیم کیا کہ کون اللہ والا ہے اور کون اللہ والا نہیں ہے یعنی

[illegible]

معاف کر دیا"۔(البقرہ۔ 37)

آنحضور ﷺ نے ہم پہ کرم فرماتے ہوئے ہمیں آگاہ فرمایا کہ نہ تو کوئی انسان پیدائشی گنہگار ہے اور نہ ہی کوئی شخص کسی کے گناہ کا ذمہ دار ہے

ولا تزر و وازرہ وزر اخری

"اور یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا"

کل نفس بما کسبت رھینہ

"ہر شخص اپنے اعمال کے بدلہ میں رہن رکھا ہوا ہے"

اسلام کی رو سے ہر شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک قسم کا ذاتی، خصوصی اور منفرد تعلق رکھتا ہے۔ پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ اللہ کو پکارنے اور اس سے فریاد کرنے کے لئے کسی خاص واسطے کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم نے اس عقیدہ کا رد فرمایا۔

انی جاعل فی الارض خلیفہ

"میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ انسان اور اللہ تعالیٰ کے درمیان اور کوئی حائل نہیں۔ یہ سیدھا سادہ تعلق ہے جو بندے اور خدا کے درمیان ہے۔ ارشاد ربانی ہے

ترجمہ! "جب میرے بندے آپؐ سے میرے متعلق پوچھیں تو (آپ بتادیں) کہ میں تمہارے بہت قریب ہوں۔ جب پکارنے والا مجھے پکارتا ہے تو میں جواب دیا کرتا ہوں۔ انہیں چاہئے کہ مجھ سے ہی مانگا کریں اور مجھ پر ہی ایمان رکھا کریں۔ امید ہے کہ ہدایت پا جائیں گے" آنحضور ﷺ کی سچی اتباع نہ کرنے کی وجہ سے ہم میں بیشمار گمراہیاں پیدا ہو گئیں ہیں۔ آج کل وسیلہ کا مفہوم بھی غلط سمجھا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ ہم لوگ گنہگار ہیں للٰذا ہم نبی سے فریاد کریں گے اور نبی ہماری فریاد سن کر اللہ کے دربار میں پیش کرے گا۔ یہ سوچ بالکل گمراہ کن ہے اور ایسا فعل کرنیوالا شرک کا مرتکب ہوتا ہے البتہ یہ طریقہ جائز ہے کہ کسی مقرب نبی یا ولی کا واسطہ دیکر اللہ سے دعا مانگی جائے۔ فرمان الٰہی ہے کہ مجھ سے براہ راست مانگو۔

ادعونی استجب لکم "مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کرونگا"

نبی ایک رہبر کی حیثیت سے یقیناً وسیلہ ہی ہوتا ہے اور درحقیقت وہ انسانوں کو اللہ کی راہ پہ چلنے کا ڈھنگ سکھاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

"اے نبیؐ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے والے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تم سے پیار کرے گا"

اس آیت سے واضح ہوا کہ ہمارا اصل عملی ہدف اتباع رسولؐ ہے جب کہ مطلوب و مقصود اللہ کی محبت ہے۔ ہر مسلمان و مومن کی اصل منزل اللہ تعالیٰ ہیں والی ربک لمنتھی "اور تیری منزل مقصود تیرا رب ہے"

بمصداق۔ بحق دل بند و راہ مصطفیٰ رو

(دل اللہ کے ساتھ لگاؤ اور چلو محمد مصطفیٰ ﷺ کے رستے پر)

نبی ہی لوگوں کے نفوس کو پاک کر کے ان کے قلب و روح میں اللہ کی محبت اجاگر کرتا ہے اور اس قابل بنا دیتا ہے کہ وہ انکی پیروی کرتے ہوئے اللہ کے محبوب بندے بن جاتے ہیں۔ انبیاء کرام لوگوں سے کہتے ہیں دیکھو مانگنا صرف اللہ سے ہے مگر مانگو اس طرح جیسے ہم اللہ سے مانگتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ کی ذات و صفات کا شفاف فہم عطا فرمایا اور مظاہر قدرت کی عبادت جیسے قبیح افعال کا خاتمہ فرمایا۔ آپ نے انسانوں کو بتایا کہ انسان ان اشیاء کا بندہ نہیں بلکہ پوری کائنات کا مخدوم ہے۔

وسخرلکم ما فی السموات وما فی الارض جمیعا منہ

"آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے ہم نے سب کا سب تمہارے لئے مسخر کیا ہے' یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے"

آپؐ نے انسانیت کو مضبوط بنیادوں پہ کھڑا کرنے کے لئے تمام نسلی' وطنی اور لسانی امتیازات کا خاتمہ فرمایا۔ ابولہب اور ابوجہل جو کہ آپ کے خونی رشتہ داری کے علاوہ لسانی اور علاقائی تعلقات میں آپ کے قریب ترین لوگوں میں شامل تھے۔ مگر دین اسلام اور دینی رشتہ کے اعتبار سے بعید ترین لوگ تھے۔ اور جو سرکش لوگ جو نبی دین الٰہی کے سامنے سرنگوں ہوئے تو آپؐ نے نعرہ لاتثریب (آج تم سے کوئی پرسش نہیں) لگا کر انہیں سینے سے لگالیا۔ سلمان فارسیؓ' صہیب رومیؓ اور بلال حبشیؓ جیسے عجمی لوگ اللہ کے دین میں شامل ہو کر آپؐ کی نظر میں معزز اور مقرب ہوئے۔ یہاں تک کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ حضرت بلال حبشیؓ کو "یا سیدی" کے لقب سے یاد فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کا صحابہ کرامؓ سے تعلق بلا امتیاز رنگ و قوم تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے تمام انسانی تعلقات میں تعلق باللہ کو مقدم رکھا۔ اس طرح آپ نے انسانوں کو صرف دو گروہوں میں تقسیم کیا کہ کون اللہ والا ہے اور کون اللہ والا نہیں ہے یعنی

کون حزب اللہ میں شامل ہے اور کون حزب الشیطان سے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نام پر قائم ہونے والی جماعت میں باہمی محبت سگے رشتوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل ؓ کو جب حضور نبی کریم ﷺ نے یمن کے لئے گورنر بنا کر بھیجا تو آپ ﷺ نے حضرت معاذ ؓ کو تنظیمی و تبلیغی امور سے متعلقہ چند نصیحتوں کے بعد فرمایا "معاذ! جب تم مدینہ آؤ گے تو میری قبر پر آؤ گے" حضرت معاذ ؓ رونے لگے کہ آخری ملاقات ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا "معاذ ؓ بات یہ ہے کہ جو لوگ میرا اتباع کرتے ہیں وہ میرے ہی ہیں خواہ وہ کہیں بھی ہوں اور کوئی بھی ہوں"

حضور ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ محض یہ نہ سمجھ لینا کہ فاصلوں کی وجہ سے ہم میں دوری پیدا ہو گئی بلکہ جو میری پیروی کرتے ہیں جو میری سنت پر قائم ہیں وہ در حقیقت میرے ہی ہیں خواہ دنیا کے کسی خطہ میں رہتے ہوں اور کسی بھی دور میں پیدا ہوں۔

دین اسلام نے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کو تمام رشتوں اور محبتوں سے بلند قرار دیا ہے۔ صحابہ کرام ؓ کے بیشمار واقعات اس خصوصی ایمانی تعلق کا ثبوت دیتے ہیں۔ زیر نظر واقعہ اس کی عمدہ مثال ہے۔ غزوہ احد میں انصاری خاندان کی ایک صحابیہ ؓ کے خاوند' باپ' بھائی اور بیٹا یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے۔ انہیں جب بتایا گیا کہ تمہارا خاوند شہید ہو گیا تو کہتی ہیں کہ یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ بھائی شہید ہوا تو پوچھا حضور ﷺ کیسے ہیں؟ کسی نے بتایا کہ تیرا بیٹا بھی شہید ہو گیا ہاں ٹھیک ہے مگر مجھے یہ بتاؤ کہ حضور ﷺ کیسے ہیں؟ جب محبوب خدا کو زندہ و سلامت دیکھتی ہیں تو بے اختیار ان کے منہ سے ایک ایسا جملہ نکلا جو ہمیشہ کے لئے تاریخ کے اوراق میں محفوظ ہو گیا۔

کل مصیبہ بعدک جلل یا رسول اللہ

"آپ ؐ کے ہوتے ہوئے تمام مصیبتیں ہیچ ہیں یا رسول اللہ ﷺ"

غار ثور میں آنحضور ﷺ اور صدیق اکبر ؓ دشمن کے شر سے چھپے ہوئے ہیں اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ سخت پریشان ہیں قرآن کریم میں اس واقعہ کا تذکرہ آتا ہے۔

اذ قال لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا

"جب وہ (نبی ؐ) اپنے ساتھی (صدیق اکبر ؓ) سے کہہ رہے تھے غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہے"

ذرا غور کیجئے کہ تحزن سے مراد غم ہے اگر صدیق اکبر ؓ کو اپنی جان کی فکر ہوتی تو "لا تحزن" کی بجائے "لا تخف" آنا چاہئے تھا یعنی ڈرو مت۔ قرآن کریم سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ تو حضور ﷺ کی جان کی وجہ سے غمزدہ تھے اور اپنی زندگی کا کوئی ڈر نہیں تھا یہ اور اس طرح کے

بے شمار واقعات ہیں جن سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ سے محبت تمام رشتوں سے بڑھ کر تھی۔

نبی کی ضرورت اور اہمیت واضح کرنے کے لئے ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ایک نبی آخر کس طرح تمام بشری عادات و خصائل رکھتے ہوئے انسانی اور دنیاوی آلائشوں سے پاک ہوتا ہے؟ اس کی ایک ہی وجہ ہے کہ انبیاء کو اللہ تعالیٰ بالکل پاک فرما دیتے ہیں اور ان کے قلب و روح ہر لحظہ اللہ کی یاد کی بدولت اللہ کی محبت سے لبریز ہوتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ وحی کے ذریعے ان کی مکمل رہنمائی کی جاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا نبی صرف اللہ کے احکامات لانے اور اکی عملی صورت پیش کرنے تک محدود ہے؟ جی نہیں قرآنی تعلیمات کے مطابق انبیاء ان امور کے علاوہ بھی ایک انتہائی اہم کام سرانجام دیتے ہیں جس پر ہم کم ہی توجہ دیتے ہیں حالانکہ ہماری سب سے زیادہ توجہ اسی جانب ہونی چاہئے تھی۔ ایک نبی جب کسی قوم میں مبعوث کیا جاتا ہے تو اس معاشرہ میں بے شمار اخلاقی برائیاں پائی جاتی ہیں مگر نبی اپنی تحریک کا آغاز عجیب طرز پر کرتا ہے۔ نہ وہ یہ سوچتا ہے کہ حکومت ملے تو کوئی نیک کام کریں۔ اور نہ یہ کہ پہلے کردار درست کرکے تبلیغ شروع کی جائے یا کوئی فوج یا لشکر تیار کیا جائے۔ بلکہ ایک نبی قرآنی تعلیم کے عین مطابق اپنی تحریک کا آغاز ان امور سے کرتا ہے۔

یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ

"نبی ﷺ لوگوں کے آگے اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے۔ انکو پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور اس کے اسرار و رموز تعلیم فرماتا ہے" (الجمعہ ۲)

اسی قرآنی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے آنحضور ﷺ نے وہ انقلابی نظام تربیت برپا فرمایا جس کی بدولت انسانیت کی خشک کھیتی پر بھرپور بہار آئی۔ اس طریقۂ تعلیم سے آپؐ نے سب سے پہلے لوگوں میں خالص توحید کا فہم پیدا فرمایا اور دنیا کی محبت، ہوس اور لالچ کو ان کے دلوں سے نکال کر ان میں توحید و آخرت کا یقین راسخ فرمایا۔ آپ نے انسانوں کے قلب و ذہن اس طرح تیار کئے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد میں محو رہتے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ صحابہ کرام قرآن کریم کی جتنی آیات سنتے انہیں اپنی شخصیت کا حصہ بنا لیتے۔ وہ علم برائے عمل کے قائل تھے بلکہ آج کا مسلمان محض بحث و مباحثہ اور علمی موشگافیوں کا شکار ہے۔ صحابہ کرام قرآنی تعلیمات کے مطابق ہر وقت اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے جب کہ آج ہم لوگوں کا یہ حال ہے کہ کثرت ذکر تو دور کی بات نماز بھی ڈھنگ سے ادا نہیں کرتے اور دعویٰ ہے علامہ، مفکر اور دانشور ہونے کا مگر اللہ کی نظر میں دانشور اور مفکر اور عقل والے اہل ذکر ہیں۔

ان فی خلق السموت والارض واختلاف الیل والنھار لایت لاولی الالباب۔ الذین یذکرون اللہ قیما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموت والارض (ال عمران 190۔191)

"بے شک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں اہل دانش کے لئے اور اہل دانش وہ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے اور غور و فکر کرتے ہیں زمین و آسمان کی پیدائش میں"

اللہ کا کثرت سے ذکر کرنے سے انسان کا اللہ سے محبت کا تعلق قائم ہو جاتا ہے پھر انسان اللہ کی محبت میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ وہ خود حسن و محبت کا مرقع بن جاتا ہے بقول حضرت سلطان باہوؒ

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن پر آئی ھو

یہ ذکر الٰہی کی برکت تھی کہ صحابہ کی اللہ سے محبت اسقدر گہری ہو چکی تھی کہ حضرت بلالؓ تپتی ریت پہ بھی کراہتے ہوئے احد احد پکارتے تھے۔ یہ مقام اور سعادت خالی سوچ بچار کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کی یاد اور ذکر سے ممکن ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کی صحبت سے صحابہ کرام کے نفس پاک اور شفاف ہو گئے اور اللہ کے ذکر کی بدولت انکے قلوب اللہ کے پیار اور عشق سے بھر گئے اسی وجہ سے صحابہ میں اطاعت اور محبت اور خدمت خلق کا جذبہ پروان چڑھا اور صحابہ نے اطاعت و محبت کے بعد درجہ احسان حاصل کر لیا جو کہ عبادت کا مقصود ہے۔

اب بھی اگر مسلمان اپنی حقیقت کی طرف پلٹنا چاہے تو اسے انہی ذرائع کا سہارا لینا پڑے گا جو کہ آنحضور ﷺ نے تعلیم فرمائے یعنی اہل اللہ کی صحبت اور کثرت ذکر پہ مداومت۔ کیونکہ اہل اللہ کے قلوب کثرت ذکر الٰہی کے سبب منور ہو جاتے ہیں پھر جو بھی انکے پاس بیٹھتا ہے اس کا نفس بھی پاک ہو جاتا ہے۔ یہی وہ صحبت کی سنت ہے جو آنحضور ﷺ سے سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ہے۔

اگر آج ہمیں انسانیت کے تمام درپیش مسائل کو حل کرنا ہے تو اسی طریق نبوی پہ عمل کیا جانا چاہئے محض خالی تقریروں، جلسے جلوسوں اور اتباع رسول کے دعوؤں سے کچھ حاصل نہ ہو گا۔ اسی طریقہ سے سیرت رسول ﷺ کو ممکن حد تک اپنی شخصیت میں سمویا جاسکتا ہے۔ آخر میں حضرت علامہ اقبالؒ کے وہ اشعار تحریر کئے جاتے ہیں جن سے سیرت رسول ﷺ کی بڑی ایمان افروز عکاسی ہوتی ہے۔

دل ز عشق او توانا میشود — خاک ہمدوش ثریا میشود

"آپؐ سے عشق کرنے سے دل طاقت حاصل کرتا ہے اور خاکی فطرت والے انسان کا رتبہ ثریا (

ستاروں کا مجموعہ) جتنا بلند ہو جاتا ہے۔

خاک نجد از فیض او چالاک شد   آمد اندر وجد و بر افلاک شد

"نجد کی زمین نے آپ کے فیض سے اتنا بلند مرتبہ پایا کہ آسمانوں تک پہنچ گئی"

در دل مسلم مقام مصطفیٰؐ است   آبروئے ما ز نام مصطفیٰ است

"آپؐ کا مقام مسلمان کے دل میں ہے آپ ہی کے نام سے ہماری عزت اور آبرو قائم ہے"۔

طور موجے از غبار خانہ اش   کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

(طور سینا آپ کے گھر کے غبار کی ایک لہر   کمتر از آنے ز اوقاتش ابد

ہے۔ آپ کا حجرہ مبارک کعبہ کے لئے

عزت کا گھر ہے) کمتر از آنے ز اوقاتش ابد

"ابد آپ کے اوقات کے لئے ایک پلک سے بھی کم ہے حقیقت یہ ہے کہ ابد نے آپ کی ذات ستودہ صفات سے ابدیت حاصل کی ہے"

بوریا ممنون خواب راحتش   تاج کسریٰ زیر پائے امتش

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم خواب راحت کے لئے بوریا پر احسان فرماتے تھے اور آپ کی امت نے کسریٰ (ایران کا بادشاہ) کا تاج اپنے پاؤں کے نیچے روند ڈالا"

در شبستان حرا خلوت گزید   قوم و آئین و حکومت آفرید

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غار حرا میں خلوت گزینی اختیار فرمائی۔ آپ نے نئے آئین کی ملت اور نیا انداز حکومت اختیار فرمایا"

ماند شبہا چشم او محروم نوم   تا بہ تخت خسروی خوابید قوم

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی راتیں نیند کے بغیر گزار دیں تو پھر آپ کی امت نے خسروی تخت پہ آرام کیا"

وقت ہیجا تیغ او آہن گداز   دیدہ او اشکبار اندر نماز

"جنگ کے دوران آپ کی تلوار لوہے کو آسانی سے کاٹ دیتی تھی اور نماز کے دوران میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں"

در دعائے نصرت آمین تیغ او   قاطع نسل سلاطین تیغ او

(نصرت اور فتح مندی کی دعا کے ساتھ آمین کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تلوار میان سے باہر نکال لیتے

تھے)

در جہاں آئین نو آغاز کرد مسند اقوام پیشیں در نورد

(آپ ﷺ نے دنیا میں نیا آئین رائج فرمایا دیگر اقوام کے تسلط کو ختم کر دیا)

از کلید دیں در دنیا کشاد ہمچو او بطن ام گیتی نزاد

(آپ ﷺ نے دین کی کنجی سے دنیا کا دروازہ کھولا زمانے کے بطن سے آپ ﷺ جیسا کوئی بھی پیدا نہیں ہوا)

در نگاہ او یکے بالا و پست با غلام خویش بریک خواں نشست

(آپؐ کی نظروں میں بالا و پست ایک ہی درجہ رکھتے تھے (عزت کا معیار تقویٰ تھا) چنانچہ آپؐ اپنے غلام کے ساتھ ایک دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے)

در مصافے پیش آں گردوں سریر دختر سردار طے آمد اسیر

(اس بلند مرتبہ سردار کے سامنے ایک لڑائی میں حاتم طائی کی لڑکی قیدی بن کر پیش ہوئی)

پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود گردن از شرم و حیا خم کردہ بود

(اس کے پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور بے پردہ ہونے کی وجہ سے شرم اور حیا سے اپنی گردن کو جھکائے ہوئے تھی)

دخترک را چوں نبیؐ بے پردہ دید چادر خود پیش روے او کشید

(جناب رسول اکرمؐ نے جب اس لڑکی کو پردہ کے بغیر دیکھا تو اپنی چادر اس کے چہرے پر ڈال دی)

ما ازاں خاتون طے عریاں تریم پیش اقوام جہاں بے چادر یم

(ہم موجودہ زمانے میں قبیلہ طے کی اس خاتون سے زیادہ بے پردہ ہیں دنیا کی قوموں کے سامنے ہم بھی عزت کی چادر کے بغیر ہیں)

روز محشر اعتبار ماست او در جہاں ہم پردہ دار ماست او

(روز قیامت ہمیں آپ کی شفاعت پہ بھروسا ہے۔ اس دنیا میں آپؐ ہی ہمارے عیب چھپانے والے ہیں)

آں کہ بر اعدا در رحمت کشاد مکہ را پیغام لا تثریب داد

(آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں پر بھی رحمت کے دروازے کھول دئے اور اہل مکہ کو لا تثریب (یعنی

تم پر کوئی سرزنش نہیں) فرما کر معاف کر دیا)

ما کہ از قید وطن بیگانہ ایم   چوں نگہ نور و چشمیم و یکیم

(ہم وطن کی حد بندیوں سے آزاد ہیں ہم ایک ہیں اور دونوں آنکھوں کی مانند یکساں ہیں)

از حجاز و چین و ایرانیم ما   شبنم یک صبح خندانیم ما

(ہم حجاز' چین' ایران کے شہری ہیں لیکن ایک ہی صبح خنداں (آنجناب ﷺ) کی شبنم ہیں جو پھولوں کو تازگی دیتی ہے)

مست چشم ساقی بطحا ستیم   در جہاں مثل مے و مینا ستیم

(ہم بطحا کے ساقی کی آنکھوں کی شراب سے مست ہیں دنیا میں ہماری مثال مے اور صراحی کی ہے۔ یعنی ہمارا آپؐ کے ساتھ وہی تعلق ہے جو مے اور مینا میں ہوتا ہے)

امتیازات نسب را پاک سوخت   آتش او ایں خس و خاشاک سوخت

(آپ ﷺ نے نسلی اور ذاتوں کے امتیازات کو یکسر ختم کر دیا اور دنیا کے باغ کو اس کوڑے کرکٹ سے پاک فرما دیا)

چوں گل صد برگ مارا بو یکیست   اوست جان ایں نظام و او یکیست

(گل صد برگ کی طرح ہماری خوشبو ایک ہی ہے آپ ﷺ اس نظام کی جان ہیں اور آپ ﷺ ایک ہیں)

سر مکنون دل او ما بدیم   نعرہ بے باکانہ زد افشا شدیم

(ہم آپ کے قلب میں چھپے ہوئے راز تھے آپ ﷺ نے نعرہ بیباکانہ یعنی لا الہ الا اللہ بلند فرمایا اور ہم ظاہر ہوئے)

من چہ گویم از تولایش کہ چیست   خشک چوبے در فراق او گریست

(میں آپ کی محبت کے بارے میں کیا عرض کروں۔ آپ ﷺ کی جدائی میں تو خشک لکڑی (حنانہ جو کہ ایک ستون تھا) نے بھی رونا شروع کر دیا)

ہستی مسلم تجلی گاہ او   طور ہا بالد زگرد راہ او

(مسلمانوں کا وجود آپ ﷺ کی تجلی کا مقام ہے آپؐ کی گرد راہ سے کئی طور پیدا ہوئے ہیں)

ابر آزار است و من بستان او　　تاک من نمناک از باران او

(آپؐ بہار کے بادل ہیں اور میں آپؐ کا باغ ہوں میرے انگوروں کا باغ آپ کی رحمت کی بارش سے ترو تازہ ہے)

چشم در کشت محبت کاشتم　　از تماشا حاصلے برداشتم

(میں نے شوق کی نگاہ، محبت کی کھیتی میں بوئی اور آپ ﷺ کے نظارہ جمال سے حاصل برداشت کیا)

خاک یثرب از دو عالم خوشتر است　　اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

یثرب یعنی مدینہ منورہ کی خاک دونوں جہانوں سے بہتر ہے وہ شہر کتنا ٹھنڈا ہے جہاں دلبر مقیم ہے۔

نسخہ کونین را دیباچہ اوست　　جملہ عالم بند گان و خواجہ اوست

(آپ ﷺ کونین کی کتاب کا دیباچہ ہیں ساری دنیا غلام ہے اور آقا صرف آپؐ ہی ہیں)

کیفیت ہا خیز داز صہبائے عشق　　ہست ہم تقلید از اسمائے عشق

(عشق کے شراب سے کئی کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں تقلید بھی آپ ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام ہے)

کامل .سطام در تقلید فرد　　اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

(.سطام کے مرد کامل بایزیدؒ تقلید (یعنی اتباع رسول ﷺ) میں بے مثال تھے آپ نے خربوزہ کھانے سے انکار کر دیا کیونکہ آپ کو حضور ﷺ کے کھانے کا انداز معلوم نہ تھا)

عاشقی ؟ محکم شواز تقلید یار　　تا کمند تو شود یزداں شکار

(عشق الٰہی کس طرح محکم ہوتا ہے وہ صرف حبیب اللہ ﷺ کی اتباع سے ممکن ہے اور اسی طرح تیری کمند اللہ تعالیٰ کو شکار کر سکے گی)

اندر کے اندر حرائے دل نشیں　　ترک خود کن سوئے حق ہجرت گزیں

(اے مخاطب! تو تھوڑی دیر کے لئے اپنے دل کے غار حرا میں بیٹھ۔ اپنے آپ کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کر)

اسم اللہ اور اسم محمد ﷺ کی عظمت

(مرسلہ۔ محمد عثمان)

الفاظ مجموعہ حروف ہوتے ہیں۔ اگر ان میں سے کسی ایک حرف کو حذف کر دیا جائے تو بقیہ حروف اپنے معنی کھو بیٹھتے ہیں۔ مثلاً" طاہر ایک بامعنی لفظ ہے اور ط ا ہ ر کا مجموعہ ہے۔ اگر ان حروف میں سے پہلے حرف ط کو حذف کر دیا جائے تو بقیہ حروف اہر بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔ لیکن اس کلیے سے لفظ اللہ اور لفظ محمد ﷺ مستثنیٰ ہیں۔ اگر لفظ اللہ میں پہلا حرف الف کم کر دیا جائے تو باقی للہ رہ جاتا ہے' جس کا مطلب ہے اللہ کے لئے۔ اگر دوسرا حرف یعنی پہلا لام ہٹا دیا جائے تو الہ رہ جاتا ہے' جس کا مطلب ہے "معبود" اور اگر الف کو بھی الگ کر دیا جائے تو باقی "لہ" رہ جاتا ہے' جس کا مطلب ہے اللہ کے لئے۔ اگر لام کو بھی الگ کر دیا جائے تو "ہ" (ہو) رہ جاتا ہے۔ یعنی وہی (اللہ)

علیٰ ہذا القیاس لفظ محمد ﷺ کا ہر حرف بھی بامقصد اور بامعنی ہے۔ مثلاً" اگر شروع کا میم ہٹا دیا جائے تو حمد رہ جاتا ہے جس کا مفہوم تعریف و توصیف ہے اور اگر "ح" کو مزید کم کر دیا جائے تو "مد" رہ جاتا ہے' یعنی مدد کرنے والا۔ اور ابتدائی میم کو اگر حذف کر دیا جائے تو باقی "مد" رہ جائے گا۔ جس کا مفہوم ہے دراز اور بلند۔ یہ حضور ﷺ کی عظمت و رفعت کی طرف اشارہ ہے اور اگر دوسرے میم کو بھی ہٹا لیا جائے تو صرف "د" (دال) رہ جاتا ہے' جس کا مفہوم ہے' دلالت کرنے والا۔ یعنی اسم محمد ﷺ اللہ کی وحدانیت پر دال ہے۔

----------OOOOOO----------

عالمگیر محبت

عبدالرشید ساہی

یہ جوہر اگر کار فرما نہیں ہے
تو ہیں علم و حکمت فقط شیشہ بازی

محبت ایک کیفیت اور جذبہ کا نام ہے جو کسی کے بارے میں دل میں جاگزیں ہو پھر محبت کرنے والے کا دل خیال محبوب میں مستغرق ہو جاتا ہے اور ایسا بے بس کر دیتا ہے کہ محبوب کی یاد اور اس کے اشتغال کے سوا چارہ ہی نہیں رہتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ محب کی اپنی کوئی پسند و ناپسند نہیں رہتی بلکہ جو محبوب کی پسند ہو وہ پسند ہو جاتی ہے اور جو شے محبوب کو پسند نہ ہو وہ ناپسند ہو جاتی ہے بلکہ انتہا یہ ہوتی ہے کہ نہ ثواب کا لالچ رہتا ہے اور نہ عذاب کا خوف۔

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم اے محبوب لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور خدا بخشنے والا مہربان ہے یعنی جو بھی اللہ سے محبت کا مدعی ہے اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو اسے اپنے محبوب کی رضا پر چلنا چاہئے اور وہ کام کرے جو محبوب کو پسند ہو اور محبوب کی پسند ہے اطاعت مصطفیٰ ﷺ۔

جب پیارے رسول کی پیروی کرنے سے رب کریم کی دوستی نصیب ہوتی ہے ان کی 63 سالہ زندگی کا ایک ایک لمحہ ایک ایک گوشہ آپ کے سامنے ہے کہ انہوں نے اللہ کے محبوب رسول اور بے پناہ خدائی اختیارات ہونے کے باوجود گالیاں سن کر دعائیں دیں آپ پر کوڑا کرکٹ پھینکا گیا اس کے باوجود آپ ﷺ نے ذرا بھر بھی برا محسوس نہ کیا۔ پتھر مار مار کر لہو لہان کر دیا گیا مگر اتنا ستم سہنے کے بعد بھی ان کے لئے رحمت کی دعائیں کرتے رہے۔ بڑے غور کا مقام ہے کہ ہم دعویٰ تو غلامان مصطفیٰ ﷺ ہونے کا کرتے ہیں مگر بھائی بھائی کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے' عبادت گاہوں کو بے گناہ انسانی خون سے سرخ کر دیا جاتا ہے۔ بددیانتی کی حد یہ ہے کہ روز مرہ کی کھانے پینے کی اشیاء اور انسانی زندگی کی حفاظت کے لئے استعمال ہونے والی ادویات بھی ملاوٹ کے بغیر نہیں بنائی جاتیں

ہوس پرستی میں ہم نے تمام انسانی اقدار کو فراموش کر دیا ہے۔ ہوس زر نے انسان کو اندھا اور بہرہ کر دیا ہے۔ انسان ہی انسان کے خون کا پیاسا ہو رہا ہے۔ دین اسلام نبی مکرم و محترم ﷺ کی اداؤں کو اپنا لینے کا نام ہے اور اسی سے فلاح آدمیت کا جذبہ پروان چڑھتا ہے علامہ اقبال ؒ اپنے مخصوص انداز میں فرماتے ہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

حدیث رسول ﷺ میں ارشاد ہے "جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے محمد ﷺ کی پیروی کی اس نے رب کی محبت اور قرب حاصل کر لیا۔ محمد ﷺ نے ہی اللہ کے فرمانبرداروں او نافرمانوں میں امتیاز پیدا کیا۔

گویا فیصلہ ہو گیا کہ اللہ کی محبت مومنوں کے لئے مخصوص ہے اور مومن وہ ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ کا غلام ہو۔ یہاں ایک بات سمجھ لیں کہ بعض نادانوں نے محبت کرنے کے لئے اپنی طرف سے کئی اعمال ایجاد کر لئے ہیں اور اس طرح وہ نگاہ رسالت پناہ میں گر جاتے ہیں یاد رکھیں۔ بارگاہ الٰہی میں عشق و محبت بھی آداب سے آزاد نہیں ہیں بلکہ محبت کے لئے بھی وہی کچھ کرنا ہو گا جو محبوب کا ارشاد ہو قرآن مجید کی سورۃ الحجرات کا مطالعہ کریں اس میں رب کریم کا یوں ارشاد ہے کہ میرے محبوب کی محفل میں اونچی آواز سے گفتگو مت کرو نہ ان کے در اقدس پر جا کر آواز دو اور نہ ہی دروازہ کھٹکھٹاؤ اللہ تعالیٰ کے فضل و عنائت کی بدولت نگاہ مصطفےٰ ﷺ میں ایسی تاثیر تھی کہ جس پر بھی پڑھ گئی قد کاٹھ وہی رہا' حلیہ وہی رہا لیکن لوگ بدل گئے فکر بدل گئی خوشی و غمی کے معیار بدل گئے سوچ بدل گئی اور کردار و اخلاق بدل گئے اور ڈاکو جو لوٹنے والے تھے وہ اپنے گھروں کو اللہ کی راہ میں لٹانے والے بن گئے گمراہ جو راہ پر نہ تھے وہ لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان بن گئے۔

خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مردوں کو مسیحا کر دیا

جب کسی کا تعلق اللہ سے قائم ہو جائے تو یوں سمجھئے کہ اس کا اللہ تعالیٰ کی ساری صنعت سے

تعلق ہو جاتا ہے جب کوئی اللہ سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ کی ساری مخلوق سے محبت کرتا ہے جب وہ اللہ کو راضی رکھنا چاہتا ہے تو اللہ کے سارے گلشن حیات میں جو اس نے ترتیب دیا ہے اس میں سے کجی اور فساد کو مٹانا چاہتا ہے چونکہ اللہ کا ارشاد ہے لا تفسد فی الارض زمین کو ڈسٹرب نہ کرو۔ خراب نہ کرو چیزوں کو۔ دنیا میں آنے کا یہ مقصد تو نہیں تھا کہ دنیا میں آ کر ایک دوسرے کا جگر چاک کریں، سر کاٹیں، خون بہائیں یہ کام نہیں تھا تمہارا تم اس کے لئے نہیں آئے بلکہ

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ اطاعت کے لئے کم نہ تھے کروبیاں

نبی مکرم و محترم ﷺ کی آمد سے پیشتر یہ سارے کا سارا معاشرہ برائیوں کی تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا مگر آپ ﷺ کی آمد سے دنیا پریم و محبت کے پر کیف نغموں سے گونج اٹھی یہ بوڑھا آسماں گواہ ہے کہ آپ کی آمد سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ کافروں کو بھی امن' انصاف اور عدل نصیب ہوا ورنہ کافر، کافر سے انصاف نہ ہو سکا ظلم کرتا تھا اس زمین کے ذرے ذرے کو ان پہاڑوں کی بلندیوں کو' ان دریاؤں کی روانیوں کو' ان ندی نالوں نہروں کو ان گلشن اور گلزاروں کو' ان ہوا کے جھونکوں کو' نیچ سحر کو باد بہاری کو دیکھنا نصیب ہوا کہ اس دھرتی کے لوگ فرشتے بن گئے اللہ کی محبت کے زمرے گونجے اور وہ دھرتی جو بتوں کی آماجگاہ تھی اللہ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کے لئے ساری کی ساری عبادت گاہ بن گئی لیکن جب پیام مصطفیٰ کو فراموش کر دیا گیا۔ دین اسلام سے رشتہ کمزور پڑ گیا لوگ عیش کے دلدادہ ہوئے منفی چیزیں دل کو بھانے لگیں۔ مثبت حرارے کم ہوئے تو روشنی بجھی اور تاریکی غالب آئی، ظلمت آئی جب انسانیت نے اپنی انا بیچ دی قومی غیرت ہار دی اپنی ذات سے بیگانہ ہو گئے نہ کردار اسلامی رہا نہ افکار اسلامی رہے غرض اسلام' اسلامیت' نور' روشنی' مثبت طاقت قلوب سے زائل ہو گئی علامہ فرماتے ہیں۔

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمد ؐ کا تمہیں پاس نہیں

اللہ کی محبت ہر نیکی اور خوبی کا منبع ہے یہ بات ذہن میں رہے کہ خرابی کی جڑ دنیا کو نہیں بلکہ دنیا کی محبت کو فرمایا گیا ہے دنیا اور اس میں جو کچھ بھی ہے اسے تو پیدا ہی انسان کے لئے کیا گیا ہے اور

انسان کو زمین کی خلافت کے لئے خلق فرمایا گیا اور اس منصب پر فرشتوں اور جنوں کو بھی رشک آیا تھا اس لئے خرابی دنیا میں نہیں بلکہ اس کی محبت میں پھنس کر اللہ کو بھول جانے میں ہے انسان کا کمال "کمال انسانیت پر فائز حضور نبی اکرم ؐ کا اتباع کرتے ہوئے اللہ کی محبت کا حصول ہے جو انسان اپنے آپ کو اللہ کے رنگ میں رنگ لیتا ہے اس سے عفو و درگذر حلم و برداشت' سخاوت و ایثار اور مدد و خدمت جیسے فضائل کا اظہار ہونے لگتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جب بھی مثال مومن کی پہچان کے بارے میں ارشاد فرمایا تو ہمیشہ دوسرے انسانوں کے ساتھ اس کے رویئے اور برتاؤ کو ہی برتری کا معیار قرار دیا۔ آپ نے اللہ کی محبت کے حصول کے لئے اللہ کی مخلوق کی خدمت کا رستہ دکھایا اللہ کے دین میں تمام عبادات اور کثرت ذکر کا مقصود ہی یہ ہے کہ اس سے کردار کی پختگی اور اخلاق کی سرفرازی حاصل ہو جائے۔ اللہ کی راہ میں جیسے جیسے انسان آگے بڑھتا ہے ویسے ویسے اس میں انسانوں کی خدمت کا جذبہ بھی ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ حضور محسن انسانیت ﷺ نے حسن اخلاق "محبت و مودت اور تکریم انسانیت کو ہی ایمان کا پیمانہ قرار دیتے ہوئے جو ارشادات فرمائے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں چند اقوال ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ایمان لانے کے بعد سب سے بڑی نیکی انسانوں سے محبت کرنا ہے۔

2۔ تم میں سے سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب سے اچھا سلوک کرے۔

3۔ خدا کی قسم تم مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرو جو اپنی ذات کے لئے کرتے ہو۔

4۔ اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ کون آپ نے ارشاد فرمایا وہ شخص جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔

5۔ تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں۔

6۔ سب سے اچھا انسان وہ ہے جو دوسرے انسانوں کو نفع پہنچائے۔

7۔ قیامت کے روز مومن کے نیکیوں والے پلڑے میں سب سے وزن والی چیز خوش خلقی ہو گی۔

8۔ جس شخص میں چار خصلتیں ہوں وہ منافق ہے۔

۱۔ امانت میں خیانت کرے ۲۔ بات کرے تو جھوٹ بولے

۳۔ وعدہ کرے تو پورا نہ کرے ۴۔ جب کسی سے جھگڑے تو گالی دے

الغرض سچا مومن وہ ہے جس کے دامن سے انسانوں کو امن و امان ملے اور پکا مسلم وہ ہے جو دوسروں کی سلامتی اور بھلائی کے لئے کوشاں رہے حکیم الامت علامہ اقبالؒ نے اسلام کے ترجمان ہونے کی حیثیت سے انسانوں کی محبت اور خدمت کو ہی خیر و خوبی کا سرچشمہ قرار دیا ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

محبت ہی سے پائی ہے شفا بیمار قوموں نے
کیا ہے اپنے بختِ خفتہ کو بیدار قوموں نے

شراب روح پرور ہے محبت نوع انساں کی
سکھایا اس نے مجھ کو مست بے جام و سبو رہنا

یقین محکم عمل پیہم محبت فاتح عالم
جہاد زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

جو تو سمجھے تو آزادی ہے پوشیدہ محبت میں
غلامی ہے اسیر امتیاز ما و تو رہنا

علامہ اقبال نے قرآن حکیم کے حیات افروز پیام اور حضور محسن انسانیت ﷺ کے اسوہ حسنہ کے ذریعے امت مسلمہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی ہے اور اس صدی کے عظیم صوفی اور محقق بزرگ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اصلاح انسانیت اور فلاح آدمیت کی غرض سے سلسلہ عالیہ توحیدیہ قائم فرمایا تصوف کے اس نئے سلسلے کی تعلیم قرآن و سنت کے عین مطابق موجودہ دور کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ اور حکیم الامت کے نظریات کی عملی تفسیر ہے اس سلسلہ میں طریق خانقاہی کی بجائے فقرو شاہی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ رہبانیت اور مسکینی کی بجائے قوت و شوکت اور جہانگیری و جہاں بانی کا پیام ہے۔ ترک دنیا اور نفی ذات کی بجائے تسخیر کائنات اور استحکام ذات کی ترغیب ہے اس میں فقیرانہ وضع قطع اختیار کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے بلکہ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب پر زور دیا جاتا ہے دنیا کی ہوا و ہوس کی اسیری سے نجات دلا کر تسلیم و رضا اور فقرو

استغناء والی ہمہ اسیری سے تعلق جوڑا جاتا ہے ملک و قوم رنگ و نسل اور فرقہ و مسلک کی بنیادوں پر تعمیر کی گئی نفرت کی دیواروں کو منہدم کر کے عالمگیر محبت اور انسانیت کی خدمت سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا شعار بنا دیا گیا ہے۔ یہاں مستی احوال و گفتار والے خفتہ تصوف کی جگہ حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع اور پختگی کردار والا بیدار تصوف سکھایا جاتا ہے علامہ اقبالؒ مسلمان کو ایسا فقیر دیکھنا چاہتا ہے جو نگاہ مصطفویٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیکھے اور جلال الٰہی سے میدان میں اترے جو صدق صدیقؓ سے بات کرے جو عدل فاروقؓ سے انصاف کرے جو حیاء عثمانؓ کا امین ہو اور جو علم علی المرتضیٰؓ کا مظہر ہو یہاں فقر کے عنوان سے علامہ اقبالؒ کے اشعار حاضر خدمت ہیں

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری
اک فقر ہے شبیریؓ اک فقر میں ہے میری
میراث مسلمانی سرمایہ شبیریؓ

"حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ فرماتے ہیں اخلاق حسنہ پیدا کرنے کے لئے سب سے پہلی اور ضروری بات یہ ہے کہ تمام مخلوق خدا کے ساتھ ایک عالمگیر محبت کا جذبہ پیدا کرو اور اپنے دل و دماغ اور روح کو محبت کے رنگ میں رنگ لو اگر تم ولی اللہ بننا چاہتے ہو اور اگر تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تمہارے ساتھ محبت کرے تو ضروری ہے کہ تم اس کی مخلوق سے محبت کرو مجنوں تو لیلیٰ کے کتے سے بھی پیار کرتا تھا تم کیسے محب ہو کہ اپنے محبوب کی مخلوق سے بھی محبت نہیں کرتے دین اسلام تکریم انسانیت کا علمبردار ہے اور پوری نسل انسانی کو اللہ کا کنبہ قرار دیتا ہے۔ اللہ کے نزدیک انسانی جان کی حرمت اتنی عظیم ہے کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے جس کسی نے ایک انسان کو قتل کیا وہ اللہ کے ہاں ایسا مجرم ہے جس نے پوری انسانیت کو قتل کر دیا اور جس نے ایک انسان کی جان کو بچالیا وہ ایسا محترم ہے جیسے کہ اس نے پوری انسانیت کو بچالیا ہو۔ ایک طرف تو اسلام کی یہ محبت بھری تعلیم ہے اور دوسری طرف ہم مسلمانوں کا کردار ہے کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے

اخلاقی تنزل کا یہ عالم ہے معمولی معمولی جھگڑوں اور فروعی قسم کے مسلکی اختلافات پر اپنے ہی کلمہ گو مسلمان بھائیوں کا خون بہانا ہمارا روزانہ کا معمول بن چکا ہے۔ اس طرح سے ہم اللہ تعالیٰ کے سچے دین کی بھی رسوائی کر رہے ہیں اور خود بھی اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب میں محبت ایک مشترکہ جذبہ کا نام ہے مثلاً" بدھ کا پیام ہے مبارک ہیں وہ جو نفرت کرنے والی دنیا میں نفرت سے دور رہتے ہیں محبت اصل ایمان ہے طمع' نفرت اور دھوکے سے بچنا بدھ کا دھرم ہے اصلی مذہب وہی ہے جو غصے کی جگہ حلم' نفرت کی جگہ محبت اور لالچ کی بجائے قناعت کی تعلیم دے نجات وہیں ہے جہاں انصاف اور اخلاق کی پیروی ہو۔

بابا گرو نانک نے فرمایا ہے۔ ایذا' حرص اور غصہ آگ کی ندیاں ہیں جو ان میں گرتا ہے ڈوب جاتا ہے اے مسلمانو! محبت کی مسجد بناؤ اس میں سچائی کا مصلیٰ بچھاؤ حق و حلال کا قرآن پڑھو شرم کو سنت سمجھو اور صلح کا روزہ قرار دو تب تم سچے مسلمان ہو گے ایک مغرب کے مفکر نے فرمایا۔

Give the world best you have and the best will come back to you.

یعنی دنیا سے بہترین سلوک کرو اور جواباً" تم سے بہترین سلوک کیا جائے گا۔

جن لوگوں کے دل میں اللہ بس جاتا ہے ان کی پہچان یہی ہے کہ وہ ہر شخص سے محبت کرتے ہیں۔ خطاکاروں کی خطائیں بخشتے اور گالیوں کے جواب میں دعائیں دیتے ہیں۔ تمام انبیاء و اولیاء کا یہی طریقہ تھا اور قرآن کریم کی تعلیم بھی یہی ہے ارشاد ربانی ہے دشمن سے اتنا اچھا سلوک کرو کہ وہ تمہارا مخلص دوست بن جائے لیکن یہ مقام بلند انہی لوگوں کو مل سکتا ہے جو زمانے کی تلخیاں برداشت کر سکتے ہیں جو صبر اور کردار عظیم کے مالک ہوں۔

کسی مغربی حکیم کا ارشاد ہے "نفرت" نفرت سے ختم نہیں ہو سکتی اس پر محبت سے غلبہ حاصل کرو دنیا کو محبت کرنا سکھاؤ اور جنت اپنی تمام تر رنگینیوں اور رعنائیوں کے ساتھ یہیں نمودار ہو جائے گی ترک محبت موت ہے جو شخص سب سے محبت کرتا ہے اس کی زندگی سب سے بھرپور اور کامل ہے اور اس کی زیبائی اور توانائی میں سدا اضافہ ہوتا رہے گا۔ محبت کا سب سے بڑا وصف انکسار ہے دوسروں سے نفرت کرنے والے کرخت مغرور اور تند مزاج ہوتے ہیں اور اہل محبت بول میں میٹھے چال میں دھیمے اور مزاج کے نرم ہوتے ہیں محبت فطری اور بنیادی چیز ہے محبت تمام

نیکیوں کا سرچشمہ اور تمام جذبات عالیہ کی خالق ہے اس سے آواز میں سوچ' بات میں شیرینی چہرے پر حسن رفتار میں انکسار اور کردار میں وسعت آتی ہے۔ اہل محبت نفرت کا جواب محبت سے دیتے ہیں فطرت بھی ظالم تو نہیں رحمدل ہے۔ کائنات کا مہربان سورج تمام ذی روح چیزوں کو یکساں حرارت بانٹتا ہے زمین سب کے لئے اناج اگلتی ہے اور ہوا سب کو برابر سانس مہیا کرتی ہے تو پھر انسان کیوں ذرائع زندگی کو اتنی تنگ نظری اور ناانصافی سے تقسیم کرتا ہے۔

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا' محبت کی زباں ہو جا

محبت کائنات میں پایا جانے والا وہ واحد جذبہ ہے جس کی ایک ہی قسم ہے اور ایک ہی رخ ہے ہمارے ہاں جرائم کی بھرمار میرے خیال میں انسان کے مابین محبت کا فقدان ہے یا روح محبت سے ناآشنا۔

میرے نزدیک انسان کا اپنے پروردگار سے محبت کا طریق یہ ہے کہ اس کی وسیع تر کائنات کے رموز کو عقل و دانش سے سمجھا جائے اور زمین پر عالمگیر انسانیت کی بھلائی کے لئے رب کائنات کی طرف سے عطا کردہ معاشی سیاسی اور معاشرتی نظام قائم کیا جائے تاکہ نوع انسان اپنی پیدائش کے تعمیری مقاصد کو پورا کرسکے علامہ فرماتے ہیں۔

یہ عبادتیں یہ مراقبے یہ ذکر نیم شبی
حرم کے درد کا درماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

غور کیجئے تو اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا اس وقت تک پورا نہیں ہو سکتا جب تک انسانوں سے محبت کا حق ادا نہ کیا جائے گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ محبت ایک دوسرے کو امن و سلامتی دینے کا نام ہے۔ انسانی زندگی میں محبت کا جذبہ اپنے اظہار کے لحاظ سے مختلف خانوں میں بٹا ہوا ہے جس میں رب کریم سے محبت' حضور عزت ماب ﷺ سے محبت اور تمام عالم انسانیت سے یکساں محبت شامل ہے۔ لیکن محبت اپنی نوعیت کبھی نہیں بدلتی یہ انسان کے لئے ہو یا خالق کائنات کے لئے اس کا نقطہ آغاز ایک ہی ہوا ہے اور یہ ایک ہی رخ پر سفر کرتی ہے انسان سے انسان کی محبت جب بھی قائم ہو گی جہاں کہیں بھی ہو گی رنگ لائے بغیر نہ رہ سکے گی۔ محبت کرنے والے دو انسان اگر ان کی

محبت پیچی ہے تو ایک دوسرے کے خلاف جرائم کا ارتکاب کر ہی نہیں سکتے جرائم کی کشش کتنی ہی جاذب نظر کیوں نہ ہو محبت اس کی راہ میں رکاوٹ بن کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے اور یہ معاشرہ معرض وجود میں آیا ہے انسانوں نے جوش محبت میں ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے اور ایسی ایسی بے مثال قربانیاں دی ہیں کہ عقل ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکتی علامہ فرماتے ہیں۔

نہ محتاج سلطاں' نہ مرعوب سلطاں محبت ہے آزادی و بے نیازی
مرا فقر بہتر ہے اسکندری سے یہ آدم گری ہے' وہ ہے آئینہ سازی

آیئے سب مل کر غور و فکر کریں کہ محبت کا وہ مقام کیسے حاصل ہو سکتا ہے جہاں کسی کی خوشی کی خاطر آرام اور سکون کی خاطر' امن و سکون کی خاطر اپنی زندگی خطرے میں ڈال دینا دشوار نظر آئے دوسروں کو خوشیاں بانٹ کر انسان روحانی مسرت حاصل کرے یہ صرف اور صرف اس وقت ممکن ہو گا جب ہم سب مل کر قرآن حکیم کی پچی تعلیم اور نبی مکرم و محترم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عملی طور پر عمل پیرا ہونگے۔ جب معاشرہ سے نفرتوں' کدورتوں' حسد اور غصہ کو مٹا کر محبت کے پیام کو عام کریں گے اس وقت نہ صرف پاکستان کے رہنے والوں کو محبت کی تعلیم کی ضرورت ہے بلکہ عالم اسلام اور پوری دنیا اس کے لئے چشم براہ ہے

محفل دل میں یار کا چرچا صبح ہوتا ہے' شام ہوتا ہے
درد مندوں کا حال مت پوچھو ان کو غم ہی سے کام ہوتا ہے
مرنا پڑتا ہے موت سے پہلے جب کہیں جا کے نام ہوتا ہے
جس کو پیتے ہیں آنکھوں میں وہ محبت کا جام ہوتا ہے

علامہ اقبال فرماتے ہیں

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

کائنات کی پیدائش

(ڈاکٹر ہلوک نور باقی)

تکاد السموت یتفطرن من فوقھن والملئکه یسبحون بحمد ربھم ویستغفرون لمن فی الارض الا ان الله ھو الغفور الرحیم ○

ترجمہ! "قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں۔ فرشتے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور زمین والوں کے حق میں درگزر کی درخواستیں کئے جاتے ہیں۔ آگاہ رہو حقیقت میں اللہ غفور الرحیم ہی ہے" (الشوریٰ 42)

"کیا وہ لوگ جنہوں نے (نبی کی بات) کا انکار کیا غور نہیں کرتے کہ یہ سب آسمان اور زمین باہم ملے ہوئے تھے۔ پھر ہم نے انہیں جدا کیا اور پانی کے ذریعے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے؟" (الانبیاء 31'30)

چونکہ یہ آیات ایک دوسرے کی تشریح کرتی ہیں اس لئے میں ان کے معنی ایک ساتھ ہی بیان کروں گا۔ یہ آیات کریمہ ان بہت سے مسائل پر روشنی ڈالتی ہیں' جن کو جدید علم طبیعیات (فزکس) ابھی تک حل نہیں کر سکا۔ ان تشریحات کے دوران ہم اپنے آپ کو قرآن حکیم کے غیر معمولی اور چندھیا دینے والے انکشافات کے درمیان پائیں گے۔ مگر ان کو میں آسمانی طبیعیات پر بحث کے وقت تک اٹھا چھوڑوں گا۔ اس لئے کہ ہمیں معلوم ہو گا کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود چند ایک نظارے اور چیزیں تو ہمارے زمانے کے علاوہ آنے والے مستقبل پر بھی محیط ہیں۔ یہ ان مضامین سے متعلق ہیں جن کے متعلق آسمانی طبیعیات کے علم نے بھی حال ہی میں احاطہ کرنا شروع کیا ہے اور شاید ان کی سمجھ بوجھ صحیح طور پر آئندہ بیس سالوں میں سامنے آنے لگے گی۔

ان آیات کے بغور مطالعہ سے حسب ذیل امور کا پتہ چلتا ہے۔

1۔ تمام آسمان اور کائناتیں زمین کے ساتھ جڑی ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انتہائی خوش اسلوب طریقہ سے آسمانوں اور زمین کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا۔

2۔ کائناتیں (HEAVENS) جنہیں جنتیں بھی کہا جاتا ہے اور جو آسمان کے مخصوص حصے

میں ایک کے بعد ایک تہہ در تہہ موجود ہیں۔ یہ ایک بے پناہ کھچاؤ تناؤ یا ممکنہ اختلاف (POTENTIAL DIFFERENCE) سے وجود میں لائی گئی ہیں۔ مگر یہی مضبوط نظام یا تناؤ ہی ہے جس کی وجہ سے کائناتیں اپنی جگہ موجود اور قائم ہیں۔ اس تناؤ کو اللہ تعالیٰ کی قدرت نے ہی خلائی وقت کے تسلسل میں برقرار رکھ کر قائم کیا ہوا ہے۔

ان آیات کریمہ سے متعلق دیگر حقائق اب ذیل میں بیان کئے جائیں گے۔ ہم مزید مطالعہ کے ذریعے یہ بھی دیکھیں گے کہ ایک دھماکے سے الگ کرنے کا عمل کہ جس کے ذریعے یہ کائنات تشکیل پذیر ہوئی یا موجودہ صورت میں وجود میں آئی، دراصل اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ اس سلسلے میں صرف ایک ہی تناؤ (TENSION) یا نظم نہیں، بلکہ مزید کئی تناؤ یا نظام بھی ہیں۔

(الف) کئی عشروں کے غور و خوض اور تحقیقات کے بعد ماہرین علم طبیعیات اور کائناتی فزکس کے ماہرین نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کائنات کی تشکیل کو سب سے بہتر طور پر صرف "عظیم دھماکہ "BIG-BANG THEORY" کے نظریئے نے ہی بیان کیا ہے۔ یہ نظریہ دو سائنسدانوں مارٹن رائیل اور ایلن سینڈ یج نے دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔ اس نظریئے کی رو سے کائنات ایک ناقابل یقین کثیف دھوئیں دار نکتے یا مقام سے پھٹ کر وجود میں آ گئی۔ اس مقام پر نکتہ کو اکائی (SINGULARITY) کا نام دیا گیا۔ کائنات کی تشکیل کے پہلے مرحلہ میں یہ اکائی یا "سنگولرٹی" اتنی شدید گرم حالت میں تھی کہ اس کی حدت کے متعلق قیاس آرائی کرنا بھی عبث ہے۔ ایک سیکنڈ کے سویں حصہ میں یہ اکائی ایک ابتدائی آگ کے گولے کی صورت میں پھیل گئی اور اس کا درجہ حرارت تقریباً ایک سو ارب ڈگری کیلون تک تھا۔ اس کے گاڑھے شوربے جیسے وجود سے اس وقت تک پروٹون (PROTON) اور نیوٹرون (NEUTRON) نکل کر پھیل نہیں گئے تھے اور نہ ہی مشہور چاروں اندرونی مادی باہمی عمل برآمد ہوئے تھے۔ تب اس گاڑھے شوربہ جیسی چیز یعنی مادہ اور توانائی متواتر ایک دوسرے میں تحلیل ہو رہے تھے اور چاروں اندرونی باہمی عمل (INTERACTIONS) ایک مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے۔

جیسے جیسے یہ انتہائی گرم اور دھوئیں سے اٹی ہوئی آتشی گیند پھیلنا شروع ہوئی، یہ بتدریج ٹھنڈی بھی ہونے لگی۔ چنانچہ ایک مکمل ترتیب کی صورت پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ پہلے پہلے کشش ثقل کی قوت یا مخالف باہمی عمل (INTERACTION) سے علیحدہ شکل میں الگ ہوئی۔ اور اس

کے بعد طاقت ور اور کمزور برقی کشش کے مخالف باہمی عمل خود اسی ہی ترتیب سے پیدا ہوئے۔ آسمانوں اور زمین کا دھماکے سے علیحدہ ہونا (فتق) وقوع پذیر ہوا اور ترتیب کے ٹوٹ جانے اور ابتدائی ترتیب دیئے گئے مخالف باہمی عمل کے علیحدہ (چاک) ہونے کی وجہ سے فورس کے علم کے چار جانے پہچانے "مخالف باہمی عمل" پیدا ہوئے۔ دوسرے لفظوں میں نہ صرف ابتدائی اکائی کائنات سے ٹوٹ کر علیحدہ ہوئی بلکہ اس کے قوانین کی علیحدہ پہچان بھی اسی قسم کے عمل کی وجہ سے ظاہر ہوئی۔

پھر اللہ نے اپنی بے پناہ اور لامحدود شان کے طفیل کائنات کو ایک نکتے یا مقام سے پوری طرح پھیلا دیا جس کھچاؤ یا تناؤ کے ذریعے یہ عمل وقوع پذیر ہوا وہ سورۃ شوریٰ کی آیت نمبر ۹ میں بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو ترتیب دیا۔ پھر اس تناؤ کے ذریعے زمین کو قائم کیا۔ اس طرح موجودہ نظر آنے والی کائنات اور اس کے قوانین کو پیدا اور جاری کیا۔

اس سلسلے میں ایک اور اہم نکتہ آسمانوں اور زمین کے ابتدائی ملاپ یا یکجان ہونے سے متعلق ہے جو سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر 30 میں بیان کیا گیا ہے۔ مشہور سائنسدان آئن اسٹائن کا شہرہ آفاق نظریہ یعنی نظریہ اضافیت اس بات کا ثبوت فراہم کرتا ہے کہ مادہ اور توانائی ایک موقع پر ایک ہی چیز تھیں۔ مادہ بجائے خود توانائی کی کثیف (CONDENSED) صورت ہے۔ اور توانائی اپنی جگہ ایک آزاد شدہ مادہ ہے۔ یہ وہ ثابت کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا کہ آسمانی کرہ اور وقت ایک دوسرے سے الگ نہیں کئے جا سکتے۔ یہ دونوں ایک خلا (کرہ آسمان) اور وقت کے تسلسل میں بندھے ہوئے ہیں۔ مزید برآں اس کی دریافتوں نے بھی بتایا کہ کشش ثقل اور اسی لئے حجم بھی اس تسلسل کو موڑنے یا جھکانے سے ہوئی۔ اس عمل کے ہونے میں ایک ایسے تناؤ یا کھچاؤ کو دخل ہے' جس نے درحقیقت آسمانوں اور زمین کو دھماکے سے الگ "فتق" کر دیا۔

(ب) اب جب کہ کائنات وجود میں آ گئی' تو یہ اسی تناؤ کی مدد سے قائم رہی ہے جو اسی کے وجود میں آنے کے سلسلے میں مددگار ہوا تھا۔ ایک طریقے سے یہ تناؤ بطور خود بھی اپنی طرف کھچاؤ یا میلانیت (ATTRACTION) اور دور کرنے یا پھینکنے (REPULSION) کے باہمی عمل سے ظاہر اور ثابت ہوتا ہے۔ بجلی کے معاملے میں یہ ایک مانی ہوئی حقیقت ہے کہ مخالف چارج ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اور ایک ہی قسم کے چارج ایک دوسرے کو دور دھکیلتے ہیں یہ ایسی

حقیقت ہے جس کے توسط سے جوہر (ایٹم) اور دیگر مادہ کی موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ مزید براں کشش ثقل کی تمام قوت اس مرکز گریز قوت کی مدد سے توازن پذیر ہے جسے لوکس (LOCUS) کہتے ہیں۔ جو سیاروں اور ستاروں کے نظام تک کی بقا کی ضمانت بھی اسی تناؤ یا کھچاؤ کے ذریعے مہیا کردی گئی ہے۔

جہاں اللہ تعالٰی نے سورۃ کے شروع میں اپنی قدرت کاملہ کے ذریعے کائنات کی مادی اور ریاضیاتی تشکیل کا اعلان کیا ہے اس کے فوراً بعد کے بیان میں ہی اللہ کے رحیم اور مہربان ہونے کی خصوصیت بیان کی گئی ہے۔ اللہ کا رحم سے دیکھنا' اس کی تمام مخلوق اور پوری کائنات پر کمال مہربانی کا اظہار ہے۔ اس رحم اور مہربانی کی خصوصیات میں ان تمام کے لئے اللہ کی شفقت' حفاظت اور پناہ کا تصور موجود ہے۔

ثقل کی قوت جس سے تمام چیزیں ایک دوسرے کو اپنی طرف کھینچتی ہیں' اللہ کی پاک شفقت کی نشانی کا اظہار ہے ۔ دوسری طرف تمام چیزوں کا چکر کی صورت میں گھومنا یعنی موشن ہے' جو چاہے وہ سورج کے گرد گھومنے والے ستارے ہوں یا ایک نوات یعنی مرکزہ (NUCLEUS) کے گرد گھومنے والے الیکٹرون ہوں' کائنات میں پورے مادے میں کائنات میں کشش ثقل کی قوت کے ذریعے یکجان ہو کر فنا ہو جانے کے عمل سے روکے ہوئے ہے۔ اور یہ گھومنے والی حرکت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ تمام موجودات اپنے رب کی شان اور عظمت بیان کرتی ہیں۔ اس کا شکریہ ادا کرتی ہیں اور اس کی تعریف کی تسبیح کرتی ہیں۔ چنانچہ مادی کائنات میں اللہ کی شفقت اور محبت کا ایک اظہار کشش ثقل کی قوت کی موجودگی ہے۔ جب کہ اس کا رحم اور ترس کا عمل اسکی پیدا کردہ چھوٹی کائنات (MICROCOSOMS) اور بڑی سے بڑی کائنات (MACROCOSMOS) میں موجود گھومتی ہوئی رفتار (روٹیشنل موشن) میں نظر آتا ہے۔

(ج) جیسا کہ نظریہ اضافیت کے متعلق اوپر اشارہ کیا گیا تھا' خالی جگہ یا کرہ بالکل خلا (یا ویکیوم) نہیں ہوتا۔ بلکہ اسے جدید فزکس میں پلینم (PLENUM) کہا جاتا ہے۔ سائنسدان ہائزن برگ کے "اصول غیر یقینی کے نظریئے" کے مطابق خالی جگہ یا خلا وقت کے اندر گھٹتا بڑھتا یا ڈگمگاتا رہتا ہے۔ ہائزن برگ کے بیان کردہ اس اصول کے تناظر میں جو حدود مقرر کی جا سکتی ہیں' ان میں مادہ اور توانائی (انرجی) کا تحفظ اس حد سے گزر جاتا ہے' جو عقل و بیان سے ماورا ہوتا ہے اور توانائی کی واضح

اکائیوں کوانٹا کو غیر وجود میں لایا جاسکتا ہے اور اسے سے پہلے کہ وہ محفوظ ہو جائیں یا وجود حاصل کریں وہ فورا" دوسرے ہی لمحے میں فنا ہو جاتی ہیں۔ ایسا ذرہ جو حقیقت میں نمودار ہوتا ہے۔ پھر اسی لمحے غیر وجود میں غائب ہو جاتا ہے۔ وہ مجازی ذرہ کہلاتا ہے۔ دوسری طرف اگر ان بھوتوں کی خصلت والے ذروں تک مناسب مقدار میں توانائی پہنچادی جائے تو ان کو فعل میں لایا جاسکتا ہے یعنی ان میں جان ڈالی جا سکتی ہے۔ محض کوانٹا سے وجود میں لانے کے عمل کا تو اب سائنسی لیبارٹریوں میں بھی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔

مشہور سائنسدان ڈیراک کے ابتدائی نظریہ خالی سمندر رویکوم سی کا خیال جس میں ایک غائب ذرے کو ایک ذرے کا چھوڑا ہوا شگاف سمجھا جاتا ہے قرآن میں بتائے گئے "فتق" کی صاف طور پر نشاندہی کرتا ہے۔ یا اس کی مخصوص جگہ سے اس کا ایسا عمل یعنی موجودہ مثال میں ' خلا (یا ویکووم) میں اس کی وہ ہیت جو دور سے ایک ہی جیسی اور بغیر کسی کونے کے نظر آئے جب کہ اگر کسی مائیکرو سکوپ سے دیکھا جائے تو وہ ذروں کے غیر ذروں (ANTIPARTICLES) کے ابلتے ہوئے تیز چکر کھاتے ہوئے اسی سمندر کی طرح اسی ہی لمحے جوڑوں میں بننے والے غیر ذرون کی صورت میں اختیار کر کے ایک دم سے فنا ہو جاتے ہیں۔ یہ ناقابل یقین خیال اس وقت مادی طور پر ثابت کیا گیا۔ جب سائنسداں ولس لیمب نے اس حقیقت کو دریافت کیا جسے آج کل فزکس میں لیمب شفٹ (LAMB SHIFT) کہا جاتا ہے۔

لیمب ' ہائیڈروجن جواہرا-لٹموں) کی بھوت یا روح کی طرح سے مختصر تبدیلی مکان کی پیائش حاصل کرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ یہ بھی ظاہر ہوا کہ اس تبدیلی مکان (شفٹ) کا عمل مجازی ذروں کے جوڑوں کی مرکزہ اور منفی برقی پارہ (الیکٹرون) کو مدار میں باندھے رکھتا ہے کبھی کبھی خالی جگہ (ویکوم) کے سمندر سے منفی برقی پارہ اور مثبت برقی پارہ (یعنی الیکٹرون اور پوزی ٹران) کا جوڑا بنتا ہے۔ اور پھر فورا" ہی یہ جوڑا فنا ہو جاتا ہے۔ یہ عمل جسے ویکوم پولارائزیشن کہتے ہیں اتنے عرصے کے لئے باقی رہتا ہے جس میں وہ منفی برقی پارہ (الیکٹرون) کی مدار میں چکر کھاتی ہوئی توانائی میں تبدیلی مکان (شفٹ) پیدا کر دے۔ اس طرح یہ برقی میدان کے تناؤ (ٹینشن) کا وجود ہی ہے کہ جو اس صورت میں مجازی ذروں کے جوڑوں کو اپنی طرف کھینچ کر قائم رکھتا ہے۔

آسمانی طبیعیات کے عجیب و غریب سیاہ شگافوں (BLACK HOLES) کے ضمن میں انگریز ماہر

طبیعیات اسٹیفن ہاکنگ نے دریافت کیا کہ سیاہ شگاف غیر مستحکم ہوتا ہے۔ اور اشعاع (RADIATION) کے بالواسطہ اخراج کا ذریعہ بنتا ہے۔ سیاہ شگاف کے واقعاتی دائرہ افق کے نزدیک شدید ثقلی میدان مجازی ذروں کے جوڑوں کی پیدائش کا سبب بنتے ہیں۔ اور ان کا فنا ہو جانا برقی مقناطیسی اشعاع کے نکلنے کی وجہ سے ہے۔ ان کا نظر آ جانا ممکن ہے اور ان کا بالواسطہ مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ موجودہ زیر مطالعہ مسئلہ میں یہ ثقلی میدان کا شدید کھچاؤ یا تناؤ ہی ہے جس کی وجہ سے خالی جگہ یعنی ویکوم کے تقسیم ہو جانے کے عمل سے مادہ اور توانائی کی تشکیل ہوتی ہے۔ یونیورسٹی آف نیوکاسل کے ماہر طبیعیات پال ڈیویز نے اپنی تازہ کتاب جس کا نام "خدا اور نئی طبیعیات" (GOD AND NEW PHYSICS) ہے میں کہا ہے کہ آزاد خلا (ویکوم) یا بالکل نہ ہونے سے ہو جانے کی صورت 'اللہ کی دخل اندازی (مرضی) کے بغیر ناممکن ہے۔

اوپر بیان کئے گئے حقائق کی روشنی میں میں یہ بھی تجویز کرنا چاہوں گا کہ برقی اور ثقلی میدانوں کے علاوہ ایک شدید مقناطیسی میدان کا تناؤ بھی ذروں کے اچانک وجود میں آ جانے کا باعث ہو سکتا ہے۔ یہی وہ میدان ہے جو کائنات کے ہر مقام پر موجود ہے۔ جو آخر الذکر کے لئے حکم کرتا ہے اس کی شکل و صورت کی تشکیل کرتا ہے۔ اس کی پرت پر پرت جماتا ہے اور اس کو قائم رکھتا ہے' جیسا کہ ہم آئندہ موضوع میں دیکھیں گے۔ میرے ذہن میں جو بات ہے وہ تو بطور خاص آسمان کے طبقوں سے متعلق ہے۔ دوسرے لفظوں میں سات آسمان اسی میدانی تناؤ کا سہارا لئے ہوئے قائم ہیں۔

(د) سیاہ شگاف وہ نکتے یا مقام ہیں جن کے متعلق سورۃ الشوریٰ آیت نمبر 15 اور سورۃ الانبیاء آیت نمبر 30 میں اس تناؤ کی نشاندہی اور اصلیت کو ثابت کرتی ہے۔ کشش ثقل کا میدان اس طرح مرکوز ہے اور ہر مقام پر اس کثرت سے موجود ہے کہ اس سے بچ کے نکل جانا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایک کم خطرناک مگر زیادہ خوش کن سطح پر پرالونز اور الیکٹرونز اس مقناطیسی آندھی میں بہے جاتے ہیں جو سورج میں برپا (شمسی آندھی) ہے۔ زمین پر پہنچنے پر یہ ایک حیران کن خوب صورت انداز میں قطبین پر چکر کھاتے ہوئے اترتے ہیں۔ اس عجوبہ کو "ارورا ابوریلس" (AURORA-BOREALIS) کہتے ہیں۔ چنانچہ اس عجوبے کی ابتدا اور اس کا اختتام مقناطیسی میدانوں کے تناؤ میں ہی مضمر ہے۔

سورۃ الانبیاء کی آیت نمبر30 میں "متنبیٰ" صحیح طور پر پوچھا گیا ہے کہ ان بے پناہ نشانیوں کی موجودگی میں کس طرح ایک شخص کافر اور منکر ہو سکتا ہے؟ میں نے پہلے بھی ذکر کیا ہے کہ ح-م سے شروع ہونے والی ہر ایک سورۃ پیدائش کے مختلف قوانین کو ظاہر کرتی ہے۔ ہم سات آسمانوں کی تشریح والے باب پر تحقیق کر کے دیکھیں گے کہ یہی تناؤ کس طرح باہم جڑے ہوئے آسمانوں کو چیر کر الگ کرنے کا کام کرتے ہیں اور کس طرح یہی تناؤ ہی متعدد آسمانوں کے باہمی توازن ان کو تاب دینے اور قائم رکھنے میں استعمال ہوتے ہیں۔ چنانچہ جو آیت کریمہ (فتق) یعنی چیر کر الگ کرنے کا اعلان کرتی ہے وہی کائنات کی تقسیم اور امتیازات کو بھی ظاہر کرتی ہے۔

ایک لمبے عرصہ سے بے دین ملحد لوگ افراتفری اور درہم برہم چیزوں کو ہی کائنات کی تشکیل کا ذریعہ بتاتے رہے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھ سکے کہ ان سب کو ترتیب دینے والی ایک عظیم ہستی کے بغیر افراتفری کو ایک کائنات کی شکل نہیں دی جا سکتی۔ ورنہ تو یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے افراتفری کی صورت میں ہوتی۔

مزید براں اگر عظیم منتظم (اللہ) کا وجود کائناتوں کو ہر وقت اور ہر مقام پر سنبھالے نہ ہوتا تو یہ پراگندہ ہو کر افراتفری کا شکار ہو جاتیں اور یہ افراتفری ایک سیکنڈ کے ایک ارب حصے کے وقت میں ہو جاتی۔ مگر اللہ کے قائم کردہ تناؤ چستی (ٹینشن) ہی کی وجہ سے کائنات کے ہر مقام پر ایک ناقابل یقین ترتیب اور ڈسپلن موجود ہے اور سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر5 اللہ جل شانہ کی اس قوت کو ظاہر کرتی ہے جو فضاؤں کے ہر مقام کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اس عظیم الشان ڈسپلن اور قوت کو جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے کو سورۃ الملک میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے آیت نمبر4 میں پھر اس طرح فرمایا گیا "پھر پلٹ کر دیکھو، کہیں تمہیں کوئی خلل نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ۔ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی"

سورۃ الانبیاء میں پھر کس طرح یہ سوال کر کے کہ "پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے؟" اللہ تعالیٰ یہ واضح اعلان کر رہا ہے کہ کفر ایک معمولی سے معمولی علم سے بھی مطابقت نہیں رکھتا۔ اور یہ نامطابقت ملحدوں کی مکمل لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں فزکس اور کائناتی فزکس نے قرآن کی نفی کے تمام ممکنات کو ختم کر دیا ہے۔ اسی طرح اللہ کے وجود سے انکار کو بھی ناممکن بنا دیا ہے۔ چنانچہ ایک ملحد شخص کو تو "سائنس کے شہر" میں داخلہ ہی ممنوع ہے۔

سجدہ سہو کے مسائل

(حافظ محمد یاسین)

(1)۔ نماز کے فرائض میں سے اگر کوئی فرض قصداً" چھوٹ جائے یا سہواً" تو نماز فاسد ہو جائے گی اسی طرح اگر کوئی واجب قصداً" چھوڑ دیا جائے تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی اور سجدہ سہو کر لینے سے نماز درست نہ ہو گی بلکہ نماز دوبارہ پڑھنی ہو گی۔

(2)۔ ایک واجب چھوٹ جائے یا ایک سے زیادہ بہر حال ایک ہی مرتبہ دو سجدے کرنا کافی ہیں یہاں تک کہ اگر نماز کے سارے واجبات چھوٹ جائیں تب بھی دو سجدے کافی ہیں۔ دو سے زیادہ سجدہ سہو کرنا درست نہیں ہے۔

(3)۔ اگر کوئی بھولے سے حالت قیام میں سورہ فاتحہ سے پہلے التحیات پڑھ لے تو سجدہ سہو واجب نہ ہو گا اس لئے کہ فاتحہ سے پہلے خدا کی حمد و ثنا ہے' ہاں اگر قرات کے بعد یا دوسری رکعت میں قرات سے پہلے یا قرات کے بعد التحیات پڑھ لی جائے تو سجدہ سہو واجب ہو گا۔

(4)۔ اگر بھولے سے قومہ رہ جائے یا دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ رہ جائے تو سجدہ سہو کرنا ضروری ہے۔

(5)۔ اگر کوئی شخص قعدہ اولی کرنا بھول گیا اور بیٹھنے کے بجائے اٹھ کر پوری طرح کھڑا ہو گیا تو پھر یاد آنے پر نہ بیٹھے بلکہ نماز پوری کر کے قاعدے کے مطابق سجدہ سہو کرے اور اگر پوری طرح کھڑا نہ ہوا ہو بلکہ سجدے سے قریب ہو تو بیٹھ جائے اور اس صورت میں سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں۔

(6)۔ اگر کوئی دو یا چار رکعت والی فرض نماز میں قعدہ اخیرہ بھول گیا اور بیٹھنے کے بجائے اٹھ کر کھڑا ہو گیا اب اگر اس کو سجدہ کرنے سے پہلے یاد آجائے تو بیٹھ کر نماز پوری کرے اور سجدہ سہو کرے سجدہ سہو کر لینے کے بعد فرض نماز درست ہو جائے گی۔

اگر سجدہ کر لینے کے بعد یاد آیا کہ قعدہ اخیرہ نہیں کیا ہے تو اب نہ بیٹھے بلکہ ایک رکعت اور ملا کر چار یا چھ رکعت پوری کرے اور اس صورت میں سجدہ سہو کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور یہ رکعتیں نفل قرار پائیں گی فرض نماز دوبارہ ادا کرنی ہو گی اور اگر مغرب کے فرضوں میں بھول ہو جائے تو پھر پانچویں رکعت

[illegible] ہو گئی رکعت میں بیٹھ کر نماز پوری کرے اس لئے کہ نفل کی دو رکعتیں [illegible] ہو گئیں۔

[illegible]

[illegible]

([illegible])۔ اگر سورۂ فاتحہ پڑھنا بھول جائے یا دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے یا التحیات پڑھنا بھول جائے [illegible] زائد تکبیریں بھول جائے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

([illegible])۔ [illegible] جہری نمازوں میں اگر امام نے بھولے سے قرات آہستہ کی یا ظہر اور عصر کی سری نمازوں میں امام نے بھولے سے قرات بلند آواز سے کی تو سجدہ سہو کرنا واجب ہے۔

([illegible])۔ اگر امام سے کوئی واجب وغیرہ چھوٹ جائے اور سجدہ سہو واجب ہو جائے تو مقتدی کو بھی سجدہ سہو کرنا ہوگا۔

اور اگر مقتدی سے کوئی واجب وغیرہ چھوٹ جائے تو نہ مقتدی پر سجدہ سہو واجب ہو گا اور نہ امام پر

([illegible])۔ اگر سورۂ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول جائے یا سورت پہلے پڑھ لے اور سورہ فاتحہ بعد میں پڑھے تو سورۂ فاتحہ کے بعد پھر کوئی سورت پڑھے اور آخری قعدہ میں لازماً سجدہ سہو کرے۔

([illegible])۔ اگر فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں یا ایک رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو بعد کی رکعتوں میں سورت ملائے اور سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرے۔

([illegible])۔ اگر سنت یا نفل نماز کی کسی رکعت میں سورت ملانا بھول جائے تو سجدہ سہو کرنا لازم ہے۔

([illegible])۔ اگر کوئی چار رکعت والی فرض نماز کی آخری رکعت میں اتنی دیر تک بیٹھا جتنی دیر میں التحیات پڑھی جاتی ہے اور پھر اسے شبہ ہوا کہ قعدہ اولیٰ ہے اور وہ سلام پھیرنے کے بجائے پانچویں رکعت کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

اب اگر سجدہ کرنے سے پہلے پہلے اسے یاد آجائے تو بیٹھ کر نماز پوری کرے اور حسب قاعدہ سجدہ سہو بھی کرلے اور سلام پھیرلے اور اگر پانچویں رکعت کا سجدہ کرلیا ہے تو چھٹی رکعت اور ملالے اور سجدہ سہو کرکے نماز پوری کرلے۔

اس صورت میں اس کی فرض نماز صحیح ہو جائے گی اور یہ دو زائد رکعتیں نفل قرار پائیں گی۔ (جاری ہے) ماخوذ از آسان فقہ

FALAH-E-ADMIAT



بانی سلسلہ کی تصانیف

"تعمیر ملت"

- قرون اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال و انحطاط کی وجوہات۔
- ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟
- اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار
- عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد انسانی روح کی حقیقت کیا ہے۔ روح کس طرح دنیا میں آتی ہے اور واپسی کا سفر کیسے طے کرتی ہے۔
- اسلامی عبادات، معاملات اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کے لئے واضح لائحہ عمل

صفحات:۔ 272 قیمت:۔ 100